
القول الوثیق فی تحقیق عمر عائشة ابنة الصدیقؓ
ام المومنین
سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بوقت نکاح ورخصتی
عمر کے بارے میں لاجواب تحقیق
مؤلف
مولانا علی اکبر جلبانی
استاذ الحدیث جامعہ انوار العلوم
مہران ٹاؤن کراچی
مکتبۃ الضیاء

القول الوثیق

فی

تحقیق عمر عائشة ابنة الصدیقؓ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ

کے نکاح ور خصتی کے وقت عمر کی تحقیق

مؤلف

مولانا علی اکبر جلبانی

استاذ الحدیث جامعہ انوار العلوم

مہران ٹاؤن کراچی

فہرست مضامین (القول الوثیق)

مضامین	صفحہ نمبر

باب ثانی

عرض مؤلف

چند دن پہلے میرے محترم ساتھی حضرت مولانا مفتی ساجد محمود صاحب مدظلہ العالی نے مجھے [میزان عمر عائشہ] کے نام سے ایک رسالہ دیا جس میں یہ موقف پیش کیا گیا تھا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق جو مشہور ہے کہ سیدہ عائشہ کی عمر نکاح کے وقت چھ سال اور رخصتی کے وقت ۹ سال تھی یہ سب کچھ جھوٹ ہے صحیح بات یہ ہے کہ رخصتی کے وقت سیدہ عائشہ کی عمر ۱۹ سال تھی کیونکہ حالت صغر میں نکاح ورخصتی قرآن کریم کی رو سے ناجائز ہے اور اس سلسلے میں بخاری ومسلم اور دیگر تمام کتب حدیث کی جتنی بھی روایات مروی ہیں وہ اصول حدیث کے لحاظ سے ضعیف وموضوع ہیں لہٰذا تاریخی حوالہ جات کے مطابق صحیح اور حق بات یہی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر اس وقت ۱۹ سال تھی۔

قارئین کرام اگر آپ غور کریں گے تو آپ یقیناً جان لیں گے کہ یہ اختلاف صرف ایک تاریخی واقعہ میں نہیں بلکہ یہ اختلاف ایک شرعی مسئلہ نکاح بالصغیرہ کے جواز اور عدم جواز کو متضمن ہے اہل سنت والجماعت کے ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ نکاح بالصغیرہ جائز ہے ثبوت ملاحظہ فرمائیں:

فقہ حنفی

(بَابُ نِكَاحِ الصَّغِيرِ وَالصَّغِيرَةِ)

(قَالَ)وَبَلَغَنَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ تَزَوَّجَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَاوَهِيَ صَغِيرَةٌ بِنْتُ سِتَّةِ سِنِينَ وَبَنَى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ، وَكَانَتْ عِنْدَهُ تِسْعًا فَفِي الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلَى جَوَازِ نِكَاحِ الصَّغِيرِ وَالصَّغِيرَةِ بِتَزْوِيجِ الْآبَاءِ بِخِلَافِ مَا يَقُولُهُ ابْنُ شُبْرُمَةَ وَأَبُو بَكْرٍ الْأَصَمُّ رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى أَنَّهُ لَا يُزَوَّجُ الصَّغِيرُ وَالصَّغِيرَةُ حَتَّى يَبْلُغَا لِقَوْلِهِ (حَتَّى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ)......

وَحُجَّتُنَا قَوْله تَعَالَى (وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ) بَيَّنَ اللَّهُ تَعَالَى عِدَّةَ الصَّغِيرَةِ، وَسَبَبُ الْعِدَّةِ شَرْعًا هُوَ النِّكَاحُ وَذَلِكَ دَلِيلُ تَصَوُّرِ نِكَاحِ الصَّغِيرَةِ وَالْمُرَادُ بِقَوْلِهِ تَعَالَى (حَتَّى إذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ)الِاحْتِلَامُ، ثُمَّ حَدِيثُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا نَصٌّ فِيهِ وَكَذَلِكَ سَائِرُ مَا ذَكَرْنَا مِنْ الْآثَارِ فَإِنَّ قُدَامَةَ بْنَ مَظْعُونٍ تَزَوَّجَ بِنْتَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَوْمَ وُلِدَتْ، وَقَالَ إنْ مِتُّ فَهِيَ خَيْرُ وَرَثَتِي وَإِنْ عِشْتَ فَهِيَ بِنْتُ الزُّبَيْرِ، وَزَوَّجَ ابْنُ عُمَرَرَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِنْتًا لَهُ صَغِيرَةً مِنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَزَوَّجَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِرَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِنْتَ أَخِيهِ ابْنَ أُخْتِهِ وَهُمَا صَغِيرَانِ وَوَهَبَ رَجُلٌ ابْنَتَهُ الصَّغِيرَةَ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَسَنِ فَأَجَازَ ذَلِكَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَزَوَّجَتْ امْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِنْتًا لَهَا صَغِيرَةً ابْنًا لِلْمُسَيِّبِ بْنِ نُخْبَةَ فَأَجَازَ ذَلِكَ عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُ وَلَكِنْ أَبُو بَكْرٍ الْأَصَمِّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى كَانَ أَصَمَّ لَمْ يَسْمَعْ هَذِهِ الْأَحَادِيثَ. (1)

صغیر بچے اور بچی کا نکاح جائز ہے بخلاف ابن شبرمہ اور ابوبکر الاصم کے یہ دونوں کہتے ہیں کہ صغیر اور صغیرہ کا نکاح ناجائز ہے وہ استدلال کرتے ہیں اللہ پاک کے فرمان (حَتَّى إذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ) سے اور ہماری دلیل اللہ پاک کا فرمان (وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ) ہے وہ اس طرح کہ اللہ پاک نے اس آیت میں صغیرہ کی عدت کا بیان فرمایا ہے اور عدت کا سبب نکاح ہے تو اس سے معلوم ہو گیا کہ صغیرہ کا نکاح جائز ہے تب تو اس پر عدت واجب ہو رہی ہے۔ اور آیت کریمہ میں نکاح سے مراد بلوغت ہے۔ نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کے ساتھ نکاح کیا تھا تو

(1) المبسوط لشمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی (متوفی ۴۸۳) ج۴ ص: ۲۱۲ ناشر دار المعرفۃ بیروت

اس وقت اس کی عمر چھ سال اور جب رخصتی ہوئی تھی تو اس وقت ان کی عمر ۹ سال تھی ۔اسی طرح صحابہ و تابعین کے آثار مثلا حضرت قدامہ بن مظعون نے زبیر کی بیٹی کے ساتھ ولادت کے دن نکاح کیا تھا اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صغیرہ بیٹی کا نکاح عروہ بن زبیر کے ساتھ کیا اور عروہ بن زبیر نے اپنی صغیرہ بھتیجی کا نکاح اپنے صغیر بھانجے کے ساتھ کرایا اور ایک شخص نے اپنی صغیرہ بیٹی عبداللہ بن الحسن کو دے دی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو جائز قرار دیا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گھر والی نے اپنی چھوٹی بچی کا نکاح مسیّب بن نخبہ کے ساتھ کرایا تو عبداللہ بن مسعود نے اس نکاح کو جائز رکھا لیکن ابوبکر الاصم ،اصم یعنی بہرہ تھا اس نے یہ احادیث سنی ہی نہیں اس لیے نکاح صغیرہ کو ناجائز قرار دیا۔

فقہ مالکی

وَقَالَ مَالِکٌ :لَا یَجُوزُ لِلْقَاضِی وَلَا لِأَحَدٍ أَنْ یُزَوِّجَ صَغِیرَۃً لَمْ تَحِضْ إِلَّا الْأَبُ❶

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس صغیرہ بچی کا نکاح جس کو ابھی تک حیض نہیں آیا اپنے والد کے علاوہ کوئی نہیں کرواسکتا (یعنی والد کرواسکتا ہے)۔

فقہ شافعی

(قَالَ الشَّافِعِیُّ رَحِمَہُ اللَّہُ تَعَالَی وَلَا یُزَوِّجُ الصَّغِیرَۃَ الَّتِی لَمْ تَبْلُغْ أَحَدٌ غَیْرُ الْآبَاءِ.❷

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ صغیرہ بچی جو ابھی تک بالغ نہیں ہوئی اس کا نکاح باپ داد کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا (یعنی باپ دادا کرسکتا ہے)۔

❶المدونۃ الکبریٰ لمالک بن انس (متوفی ۱۷۹)ج۲ ص:۱۱۰ ناشر دار الکتب العلمیۃ

❷کتاب الام للامام الشافعی(متوفی ۲۰۴)ج۵ ص:۲۱ ناشر دار المعرفۃ بیروت

فقہ حنبلی

قَالَ ابْنُ الْمُنْذِرِ أَجْمَعَ كُلُّ مَنْ نَحْفَظُ عَنْهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، أَنَّ نِكَاحَ الْأَبِ ابْنَتَهُ الْبِكْرَ الصَّغِيرَةَ جَائِزٌ...... وَقَدْ دَلَّ عَلَى جَوَازِ تَزْوِيجِ الصَّغِيرَةِ قَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى: (وَاللائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللائِي لَمْ يَحِضْنَ)فَجَعَلَ لِلَّائِي لَمْ يَحِضْنَ عِدَّةَ ثَلَاثَةِ أَشْهُرٍ، وَلَا تَكُونُ الْعِدَّةُ ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ إِلَّا مِنْ طَلَاقٍ فِي نِكَاحٍ أَوْ فَسْخٍ، فَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى أَنَّهَا تُزَوَّجُ وَتُطَلَّقُ، وَلَا إِذْنَ لَهَا فَيُعْتَبَرُ وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا تَزَوَّجَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا ابْنَةُ سِتٍّ وَبَنَى بِي وَأَنَا ابْنَةُ تِسْعٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ[1]

ابن المنذر نے کہا ہے کہ تمام اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر باپ اپنی صغیرہ بچی کا کسی کے ساتھ نکاح کردے تو یہ جائز ہے اور اس نکاح کے جواز پر دلیل اللہ پاک کا فرمان ہے وہ اس طرح کہ اللہ پاک نے حیض نہ آنے والی بچیوں کی عدت تین مہینے بیان فرمائی ہے اور تین مہینے عدت صرف طلاق یا فسخ کی صورت میں ہوسکتی ہے تو یہ آیت دلیل ہے اس بات پر صغیرہ کے ساتھ نکاح بھی کیا جاسکتا ہے اور طلاق بھی دی جاسکتی ہے اس کی اجازت کا اعتبار نہیں ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ شادی کی تھی تو اس وقت میری عمر چھ سال تھی اور جب میری رخصتی ہوئی تو اس وقت میری عمر نو سال تھی۔

تو جب اہل سنت والجماعت کے ہاں نکاح بالصغیرہ کے جواز کا مسئلہ اجماعی اور اتفاقی ہے تو معلوم ہوا کہ اس مسئلہ کا انکار کرنا یعنی صغیرہ کے ساتھ نکاح کو ناجائز بتانا یہ اجماع کے خلاف ہے اور اجماع کا منکر کم از کم گمراہ ضرور ہے۔

تو یہ دیکھتے ہوئے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کے وقت ٦ سال عمر کا انکار

[1] المغنی لابن قدامة(متوفی ٦٢٠) ج٧ ص: ٤٠ ناشر مكتبة القاهره

گمراہی کو متضمن ہے فقیر نے اس مسئلہ پر قلم اٹھانے کی جسارت کی ہے امید ہے کہ ان شاء اللہ یہ تحقیق حق طلب کرنے والے حضرات کے لیے باعث اطمینان ہوگی۔ اور اہل باطل کے لیے بھی مشعل راہ ہوگی۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ مجھ فقیر کی اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہر عام وخاص کو اس سے نفع عطا فرمائے۔

باب اول

سیدہ عائشہ کے چھ اور نو سال عمر کے دلائل کتب حدیث سے

حدیث نمبر (۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے:

حَدَّثَنِی فَرْوَةُ بْنُ أَبِی المَغْرَاء حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِیهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ :تَزَوَّجَنِی النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا بِنْتُ سِتِّ سِنِینَ، فَقَدِمْنَا المَدِینَةَ فَنَزَلْنَا فِی بَنِی الحَارِثِ بْنِ خَزْرَجٍ،فَوُعِكْتُ فَتَمَرَّقَ شَعَرِی، فَوَفَی جُمَیْمَةً فَأَتَتْنِی أُمِّی أُمُّ رُومَانَ وَإِنِّی لَفِی أُرْجُوحَةٍ، وَمَعِی صَوَاحِبُ لِی، فَصَرَخَتْ بِی فَأَتَیْتُهَا، لاَ أَدْرِی مَا تُرِیدُ بِی فَأَخَذَتْ بِیَدِی حَتَّی أَوْقَفَتْنِی عَلَی بَابِ الدَّارِ، وَإِنِّی لَأُنْهِجُ حَتَّی سَكَنَ بَعْضُ نَفَسِی، ثُمَّ أَخَذَتْ شَیْئًا مِنْ مَاءٍ فَمَسَحَتْ بِهِ وَجْهِی وَرَأْسِی، ثُمَّ أَدْخَلَتْنِی الدَّارَ، فَإِذَا نِسْوَةٌ مِنَ الأَنْصَارِ فِی البَیْتِ، فَقُلْنَ عَلَی الخَیْرِ وَالبَرَكَةِ، وَعَلَی خَیْرِ طَائِرٍ، فَأَسْلَمَتْنِی إِلَیْهِنَّ، فَأَصْلَحْنَ مِنْ شَأْنِی، فَلَمْ یَرُعْنِی إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ضُحًی فَأَسْلَمَتْنِی إِلَیْهِ، وَأَنَا یَوْمَئِذٍ بِنْتُ تِسْعِ سِنِینَ[1]

[1] صحیح البخاری لمحمد بن اسماعیل البخاری (متوفی ۲۵۶) ج۵ ص: ۵۵ ناشر دار طوق النجاة

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میری عمر چھ سال کی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا نکاح ہوا پھر ہم (ہجرت کر کے) مدینہ آئے تو بنی حارث بن خزرج (کے مکان) میں اترے پھر مجھے (اتنا شدید) بخار آیا کہ میرے سر کے بال گرنے لگے اور وہ کانوں تک رہ گئے پھر (ایک دن) میں اپنی چند سہیلیوں کے ساتھ جھولے میں بیٹھی تھی کہ میری والدہ ام رومان میرے پاس آئیں اور مجھے زور سے آواز دی میں ان کے پاس چلی گئی حالانکہ مجھے معلوم نہ تھا کہ انہوں نے کیوں بلایا ہے انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک مکان کے دروازہ پر کھڑا کر دیا میرا سانس پھول رہا تھا حتیٰ کہ ذرا دم میں دم آیا پھر انہوں نے تھوڑا پانی لے کر میرے منہ اور سر پر ہاتھ پھیر دیا پھر مکان کے اندر داخل کر دیا تو میں نے کمرہ میں چند انصاری عورتوں کو دیکھا انہوں نے کہا خیر و برکت اور نیک فالی کے ساتھ آؤ میری والدہ نے مجھے ان کے حوالہ کر دیا پھر دوپہر کے وقت آنحضرت تشریف لائے تو انہوں نے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کر دیا اس وقت میری عمر نو سال کی تھی۔

حضرت عائشہ کی روایت پر اشکالات اور ان کے جوابات

اشکال (۱) ہشام بن عروہ مختلط تھے:

صاحب میزان لکھتے ہیں:

ذہبی فرماتے ہیں کہ جوانی میں ہشام بن عروہ کا حافظہ جتنا عمدہ تھا بڑھاپے میں نہ رہا عراق میں انہوں نے لوگوں کے سامنے ایسی احادیث پیش کیں جنہیں وہ صحیح طور پر بیان نہ کر سکے۔ (میزان الاعتدال ج۴ ترجمہ ہشام) (میزان عمر عائشہ ص:۹۷)

نیز لکھتا ہے:

جب ان کی عمر ۸۵ سال تھی وہ نسیان و اختلاط کا شکار اور بصارت سے محروم ہو چکے تھے۔ [1]

[1] (میزان عمر عائشہ ص:۹۸)

اشکال کی وضاحت:

صاحب میزان کہنا یہ چاہتے ہیں کہ صحیح بخاری کی اس روایت کے سند میں ایک راوی ہشام بن عروہ ہیں اور ان کا چونکہ حافظہ خراب ہوگیا تھا یعنی مختلط ہوگئے تھے اس لیے یہ روایت ضعیف ہے۔

جواب: اولاً: ہشام مختلط نہیں تھے

اختلاط کا رد علامہ ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸) سے:

ہشام بن عرہ کا حافظہ ایسا خراب نہیں ہوا تھا کہ وہ روایات کو خلط ملط کرتے ہوں جس کی وجہ سے ان کی روایات ضعیف بن جائیں بلکہ تھوڑا سا حافظہ خراب ہوا تھا جو روایت کے لیے نقصان دہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت علامہ ذہبی رحمہ اللہ اپنی اسی کتاب میزان الاعتدال کی اسی عبارت کے شروع میں لکھتے ہیں:

حجة إمام، لكن فى الكبر تناقص حفظه ولم يختلط أبدا،ولا عبرة بما قاله أبو الحسن بن القطان من أنه وسهيل بن أبى صالح اختلطا وتغيرا. نعم الرجل تغير قليلا ولم يبق حفظه كهو فى حال الشبيبة فنسى بعض محفوظه أو وهم، فكان ماذا! أهو معصوم من النسيان !ولما قدم العراق فى آخر عمره حدث بجملة كثيرة من العلم، فى غضون ذلک يسير أحاديث لم يجودها ومثل هذا يقع لمالک ولشعبة ولوكيع ولكبار الثقات[1]

ہشام بن عروہ امام ہیں حجت ہیں البتہ ان کا بڑھاپے میں حافظہ کم ہوگیا تھا لیکن کبھی بھی اس سے احادیث میں اختلاط نہیں ہوا لہٰذا ابوالحسن بن القطان کے اس قول [کہ یہ یعنی ہشام بن عروہ اور سہیل بن ابی صالح دونوں مختلط ہوگئے تھے] کا کوئی اعتبار نہیں ہاں اس کا

[1] میزان الاعتدال لمحمد بن احمد بن عثمان الذهبی (متوفی ۷۴۸) ج۴ ص: ۳۰۲ ناشر دار المعرفة بیروت

تھوڑا سا حافظہ خراب ہو گیا تھا جوانی جیسا نہیں رہا تھا پس وہ بعض محفوظ چیزیں بھول گئے یا ان میں وہم ہوا لیکن نسیان سے کون محفوظ ہو سکتا ہے؟ اور جب وہ آخری عمر میں عراق آئے تو بہت ساری احادیث بیان کیں ان بہت ساری احادیث میں سے تھوڑی یعنی چند احادیث اچھی طرح بیان نہیں کیں۔ اور اس طرح تو امام مالک، شعبہ، وکیع اور بہت بڑے ثقہ محدثین سے بھی ہو جاتا ہے۔

قارئین کرام میزان کی اس عبارت میں علامہ ذہبی رحمہ اللہ صاف اعلان کرتے ہیں کہ ابوالحسن بن القطان کا قول کہ ہشام مختلط تھا ساقط الاعتبار ہے اس سے ایسا اختلاط نہیں ہوا جو حدیث میں موجب ضعف ہوتا ہے البتہ تھوڑا سا حافظ خراب ہوا تھا لیکن ایسا نہیں کہ اس کی روایت رد کی جائے کیونکہ تھوڑے سے حافظے کے خراب ہونے کی وجہ سے اگر اس کی روایت کو چھوڑ دیا جائے پھر تو امام مالک اور دیگر ثقہ محدثین کی روایات کو بھی چھوڑنا پڑے گا۔

قارئین کرام آپ نے دیکھا کہ صاحب میزان نے علامہ ذہبی رحمہ اللہ کی اس عبارت کا سہارا لے کر بخاری کی روایت کو رد کیا جبکہ علامہ ذہبی اس کی روایت کو مردود نہیں قرار دے رہے بلکہ مقبول قرار دے رہے ہیں ان الفاظ کے ساتھ کہ پھر تو امام مالک وغیرہ جیسے محدثین کو بھی وہم ہوا تو کیا ان حضرات کی روایات کو رد کیا جائے گا ہرگز نہیں تو پھر ہشام کی روایت کو رد کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

نیز صاحب میزان کا [لم یجود] کا ترجمہ (صحیح طور پر بیان نہیں کر سکے) غلط ہے بلکہ [لم یجود] کا مطلب یہ ہے کہ عمدہ طور پر بیان نہیں کر سکے یعنی فرفر بیان نہیں کر سکے یہ مطلب نہیں کہ صحیح بیان نہیں کر سکے۔

ذہبی کی ایک اور ایمان افروز عبارت ملاحظہ فرمائیں:

قُلْتُ :الرَّجُلُ حُجَّةٌ مُطْلَقاً، وَلاَ عِبرَةَ بِمَا قَالَهُ الحَافِظُ أَبُو الحَسَنِ بنُ القَطَّانِ مِنْ أَنَّهُ هُوَ، وَسُهَيْلُ بنُ أَبِي صَالِحٍ اخْتَلَطَا وَتَغَيَّرَا فَإِنَّ الحَافِظَ قَدْ

يَتَغَيَّرُ حِفْظُه إِذَا كَبِرَ،وَتَنْقُصُ حِدَّةُ ذِهْنِهِ فَلَيْسَ هُوَ فِي شَيْخُوخَتِه كَهُوَ فى شَبِيْبَتِه، وَمَا ثَمَّ أَحَدٌ بِمَعْصُومٍ مِنَ السَّهْوِ، وَالنِّسْيَانِ، وَمَا هَذَا التَّغَيُّرُ بِضَارٍّ أَصْلاً، وَإِنَّمَا الَّذِى يَضُرُّ الاخْتِلاطُ، وَهِشَامٌ فَلَمْ يَختَلِطْ قَطُّ هذا أمر مقطوع بـه، وحديثه محتج فى الموطأ، والصحاح، والسنن فَقَوْلُ ابْنِ القَطَّانِ إِنَّهُ اخْتُلِطَ قَوْلٌ مَرْدُوْدٌ مَرذُولٌ فَأَرِنِى إِمَاماً مِنَ الكِبَارِ سَلِمَ مِنَ الخَطَأِ،وَالوَهمِ .فَهَذَا شُعْبَةُ، وَهُوَ فِي الذِّرْوَةِ لَهُ أَوهَامٌ، وَكَذَلِكَ مَعْمَرٌ، وَالأَوْزَاعِيُّ، وَمَالِكٌ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِم❶.

میں کہتا ہوں کہ ہشام بن عروہ مطلقا حجت ہیں(یعنی چاہے جوانی کی بیان کردہ روایات ہوں یا بڑھاپے کی)اورابوالحسن بن القطان کےاس قول کا کوئی اعتبار نہیں کہ یہ اور سہیل بن ابی صالح مختلط ہو گئے تھےاس لیے کہ حافظ کا حافظہ بڑھاپے میں متغیر ہو جاتا ہے اور ذہن کی تیزی بھی کم ہو جاتی ہے لہٰذا وہ بڑھاپے میں جوانی کی طرح نہیں تھےاور کوئی بھی سہو اور نسیان سے محفوظ نہیں ہےاور اس جیسا تغیر روایت میں نقصان دہ نہیں ہے۔روایت کے لیے مضر اختلاط ہوتا ہےاور ہشام کو اختلاط کبھی بھی نہیں ہوا یہ یقینی بات ہے اور ان کی احادیث سے مؤطا ،صحاح ستہ اور سنن میں استدلال کیا گیا ہے پس ابن القطان کا یہ قول مردود اور رذیل ہے۔ مجھے دکھاؤ کہ بڑے بڑے اماموں میں سے کون خطا اور وہم سے سالم رہا ہے پس یہ شعبہ اس سے بہت سارے اوہام واقع ہوئے ہیں اسی طرح معمر،اوزاعی اور مالک رحمہم اللہ سے۔

اختلاط کا رد علامہ حافظ علائی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۱) سے:

ذكر ابن القطان فى أثناء كلام له:أن هشاماً هذا تغير واختلط، وهذا

❶سيـر اعـلام لـمحمد بن احمد بن عثمان الذهبى (متوفى ۷۴۸)ج ۱ ص: ۴۴ ناشر دار الحديث القاهره

القول لا عبرة به،لعدم المتابع له .بل هو حجة مطلقاً،وإن كان وقع شيء ما فهو من القسم الذى لم يؤثر فيه شيء من ذلك❶.

ابن القطان نے کہا ہے کہ ہشام متغیر اور مختلط ہو گئے تھے اس قول کا کوئی اعتبار نہیں کیوں کہ اس کو مختلط قرار دینے میں ابن القطان کا کوئی ساتھ نہیں دے رہا ہے بلکہ یہ مطلقا حجت ہے (یعنی چاہے اس کی جوانی کی روایت ہو یا بڑھاپے کی ہر حال میں قبول ہیں) اگر چہ ان کے حافظے میں کچھ خرابی ہوئی تھی لیکن ایسی خرابی روایت میں کوئی اثر نہیں ڈالتی۔

جواب ثانیاً: ہشام کی یہ روایت تغیر سے پہلے کی ہے

ہشام بن عروہ کی یہ روایت جوانی کے زمانے کی ہے کیونکہ ہشام بن عروہ سے آخری عمر میں حدیث سننے والے تین شاگرد ہیں ١- وکیع ٢- ابن نمیر ٣- محاضر

سَمِعَ منه بأخرة وكيع، وابن نمير، ومحاضر❷

ہشام سے آخری عمر میں سننے والے وکیع، ابن نمیر اور محاضر ہیں۔

اور بخاری میں ہشام سے یہ روایت نقل کرنے والا راوی ان تین میں سے نہیں بلکہ کوئی اور یعنی علی بن مسہر ہے معلوم ہوا کہ علی بن مسہر نے یہ روایت ہشام سے جوانی کے زمانے میں نقل کی ہے اس لیے روایت کو ماننا پڑے گا۔

جواب ثالثاً: صحیحین میں اختلاط و تغیر مضر نہیں

محدثین کے ہاں طے شدہ فیصلہ ہے کہ صحیحین میں جتنے بھی متغیر رواۃ ہیں ان حضرات کی صحیحین والی روایات اختلاط و تغیر سے پہلے کی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

---

❶المختلطين لابى سعيد خليل بن كيكلدى العلائى (متوفى ٧٦١)ص:١٢٦ ناشر مكتبة الخانجى القاهره

❷تاريخ بغدادللخطيب البغدادى ج١٤ ص:٤٠ ناشر دار الكتب العلميه بيروت

۱-علامہ ابن الصلاح رحمہ اللہ (متوفی ۶۴۳) سے:

وَاعْلَمْ أَنَّ مَنْ كَانَ مِنْ هٰذَا الْقَبِيلِ مُحْتَجًّا بِرِوَايَتِهِ فِي الصَّحِيحَيْنِ أَوْ أَحَدِهِمَا فَإِنَّا نَعْرِفُ عَلَى الْجُمْلَةِ أَنَّ ذٰلِكَ مِمَّا تَمَيَّزَ، وَكَانَ مَأْخُوذًا عَنْهُ قَبْلَ الِاخْتِلَاطِ ❶

جان لو ہر وہ راوی جو اس قبیل یعنی مختلطین میں سے ہوگا تو اس کی بخاری و مسلم یا صرف بخاری یا مسلم والی روایت کے متعلق فیصلہ یہی ہوگا کہ اس کی یہ روایت اختلاط سے پہلے کی ہے۔

۲-حضرت امام نووی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۶) سے:

أَنَّ مَنْ كَانَ مِنَ الْمُخْتَلِطِينَ مُحْتَجًّا بِهِ فِي الصَّحِيحَيْنِ فَهُوَ مَحْمُولٌ عَلَى أَنَّهُ ثَبَتَ أَخْذُ ذٰلِكَ عَنْهُ قَبْلَ الِاخْتِلَاطِ ❷

ہر وہ راوی جو اس قبیل یعنی مختلطین میں سے ہوگا تو اس کی بخاری و مسلم والی روایات اختلاط سے پہلے پر محمول ہوگی۔

۳-زین الدین عراقی رحمہ اللہ (متوفی ۸۰۶) سے:

اعلمْ أنَّ ما كانَ من هذا القبيلِ محتجًّا بروايتِهِ فى الصحيحينِ، أو أحدِهما، فإنَّا نعرفُ على الجملةِ :أنَّ ذلكَ ممَّا تميَّزَ وكانَ مأخوذاً عنهُ قبلَ الاختلاط ❸

جان لو ہر وہ راوی جو اس قبیل یعنی مختلطین میں سے ہوگا تو اس کی بخاری و مسلم یا

---

❶ مقدمة ابن الصلاح (متوفی ۶۴۳) ص: ۳۹۷-۳۹۸ ناشر دار الفكر بيروت

❷ المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ليحى بن شرف النووى (متوفی ۶۷۶) ج ۱ ص: ۱۹۰ ناشر دار احياء التراث العربى بيروت ❸ شرح التبصرة والتذكرة لزين الدين العراقى (متوفی ۸۰۶) ج ۲ ص: ۳۴۲ ناشر دار الكتب العلمية

صرف بخاری یا مسلم والی روایت کے متعلق فیصلہ یہی ہوگا کہ اس کی یہ روایت اختلاط سے پہلے کی ہے۔

۴-محمد بن العلامۃ الاثیوبی رحمہ اللہ سے:

اعلم أن من كان هذا القبيل محتجاً به في الصَّحِيحين،أوأحدهما فإنا نعرف على الجملة أن ذلك مما تميز و كان مأخوذاً عنه قبل الاختلاط❶

جان لو ہر وہ راوی جو اس قبیل یعنی مختلطین میں سے ہوگا تو اس کی بخاری و مسلم یا صرف بخاری یا مسلم والی روایت کے متعلق فیصلہ یہی ہوگا کہ اس کی یہ روایت اختلاط سے پہلے کی ہے۔

۵-نورالدین حلبی رحمہ اللہ سے:

واعلم أن من كان من هذا القبيل محتجا به في الصحيحين أو أحدهما فإنا نعرف على الجملة أن ذلك مما تميز وكان مأخوذا عنه قبل الاختلاط❷"

جان لو ہر وہ راوی جو اس قبیل یعنی مختلطین میں سے ہوگا تو اس کی بخاری و مسلم یا صرف بخاری یا مسلم والی روایت کے متعلق فیصلہ یہی ہوگا کہ اس کی یہ روایت اختلاط سے پہلے کی ہے۔

۲-ہشام نے یہ روایت اختلاط کے بعد بیان کی تھی

صاحب میزان لکھتے ہیں:

تیسرا سفر عراق انہوں نے سن ۱۴۵ھ میں کیا اس عرصہ میں انہوں نے مبینہ طور پر پہلی بار تزویج عائشہ کی روایت اپنے کوفی و بصری شاگردوں کے سامنے بیان کی جب ان کی عمر ۸۵

❶شرح الاثيوبى على الفية السيوطى لمحمد بن العلامة الاثيوبى ج ٢ ص: ٣٧٣ ناشر مكتبة الغرباء الاثرية

❷منهج النقد فى علوم الحديث لنور الدين الحلبى ص: ١٣٤ ناشر دار الفكر دمشق

سال تھی وہ نسیان واختلاط کا شکار اور بصارت سے محروم ہو چکے تھے انہوں نے ایک سال بعد سن ۱۴۶ھ میں بعمر ۸۶ سال عراق ہی میں وفات پائی (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص: ۴۸) ❶

جواب: یہ دعوی بلا دلیل ہے

تہذیب التہذیب تو کیا بلکہ تراجم کی کتابوں میں سے کسی بھی کتاب میں یہ بات ثابت نہیں کہ ہشام بن عروہ نے یہ روایت عراق میں اختلاط کے بعد بیان کی یہ محض سفید جھوٹ ہے۔

اشکال: ۳- امام مالک ہشام کو پسند نہیں کرتے تھے

صاحب میزان لکھتے ہیں:

عبدالرحمٰن بن خراش کا بیان ہے [**وكان مالك لا يرضاه ونقم عليه حديثه لاهل العراق**] (اور امام مالک اس سے راضی نہ تھے، تحقیق وتنقید کیا کرتے تھے اہل عراق کی احادیث پر) انہوں نے ان پر قیام عراق کی احادیث کے باعث اعتراض کیے ہیں ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ عراق میں روایات کے باعث تمام اہل مدینہ نے ان پر اعتراضات شروع کر دیے (بحوالہ تہذیب التہذیب وتاریخ بغداد صفحہ ۲۲۲-۲۲۳) ❷

جواب: جرح نقل کرنے والا ابن خراش رافضی ہے

امام مالک سے اس جرح کو نقل کرنے والا عبدالرحمٰن بن یوسف بن خراش ہے، یہ غالی رافضی تھا اور رافضی کی روایت مردود ہوتی ہے جیسے کہ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

الصَّوَابُ أَنَّهُ لَا يُقْبَلُ رِوَايَةَ الرَّافِضَةِ وَسَابِّ السَّلَفِ ❸

---

❶ (میزان عمر عائشہ ص: ۹۸) ❷ (میزان عمر عائشہ ص: ۹۷)

❸ **تدريب الراوى لجلال الدين السيوطى (متوفى ۹۱۱) ج ۱ ص: ۳۳۶ ناشر دار طيبة**

لہٰذا امام مالک کی طرف اس جرح کی نسبت درست نہیں۔

البتہ اس کے رافضی ہونے کا ثبوت ملاحظہ فرمائیں:

عبد الرحمن بن یوسف بن خراش الحافظ قال عبدان کان یوصل المراسیل وقال ابن عدی: کان یتشیع .وقال أبو زرعة: محمد بن یوسف الحافظ کان خرج مثالب الشیخین،وکان رافضیاوقال عبدان: قلت لابن خراش حدیث: لا نورث، ما ترکناه صدقة !قال باطل...... قلت: هذا والله الشیخ المعثر الذی ضل سعیه،فإنه کان حافظ زمانه، وله الرحلة الواسعة، والاطلاع الکثیر والاحاطة وبعد هذا فما انتفع بعلمه، فلا عتب علی حمیر الرافضة. ❶

ابن عبدان کہتے ہیں کہ یہ مرسل روایت کو متصل کرکے بیان کرتا تھا۔ابن عدی نے کہا کہ یہ شیعہ تھا اور ابوزرعہ نے کہا کہ یہ شیخین کی برائیاں بیان کرتا تھا اور رافضی تھا عبدان کہتے ہیں کہ میں نے ابن خراش سے حدیث[**لا نورث ما ترکناه صدقة**] کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ حدیث باطل ہے (علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ یہ شیخ (سیدھے راستے سے) پھسلنے والا ہے اس کی تمام تر کوشش ضائع ہوگئی حالانکہ یہ اپنے زمانے کا حافظ تھا اور اس نے وسیع سفر کیا اور کثیر الاطلاع تھا لیکن اس نے اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھایا پس ایسے روافض کے گدھے پر کوئی عتاب نہیں۔

اشکال:۴-ہشام روایت میں انداز بدلتا تھا

صاحب میزان لکھتے ہیں:

ہشام بن عروہ نے تین بار عراق کا سفر کیا۔ہر سفر میں ان کا حدیث بیان کرنے کا انداز

❶**میزان الاعتدال لمحمد بن احمد بن عثمان الذهبی (متوفی ۷۴۸)ج۲ ص:۶۰۰ ناشر دار المعرفة بیروت**

بدلتا رہا پہلے سفر میں وہ اس طرح روایت کرتے تھے [**حدثني ابی قال سمعت عائشة**] میرے باپ نے مجھ سے حدیث بیان کی اس نے کہا میں نے عائشہ کو سنا۔ دوسرے سفر میں انہوں نے یوں حدیث بیان کی [**اخبرني ابی عن عائشة**] میرے باپ نے خبر سنائی عائشہ سے۔ تیسرے سفر میں ان کا انداز بیان یوں تھا [**ابي عن عائشة**] میرے باپ نے عائشہ سے۔ اس ہر لحظہ بدلتے طرز بیان سے امام مالک ان سے ناراض ہو گئے اور مدینے والوں نے بھی ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ . (1)

جواب اولاً: یہ روایت مردود ہے

قارئین کرام اس روایت کو نقل کرنے والے وہی ابن خراش ہیں جو غالی رافضی تھا اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ رافضی کی روایت صحیح قول کے مطابق مردود ہوتی ہے۔

جواب ثانیاً: اس انداز میں کوئی حرج نہیں۔

قارئین کرام آپ انصاف سے سوچیں کہ ان تین جملوں میں کیا فرق ہے (۱- میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا ۲- میرے باپ نے مجھے خبر دی کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا ۳- میرے باپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا) حق بات یہ ہے کہ ان تینوں جملوں کا مفہوم ایک ہی ہے اس میں کوئی تضاد نہیں کہ اس بدلتے انداز کی وجہ سے ہشام کی روایت کو چھوڑ دیا جائے۔ یہی تو وجہ ہے کہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے ابن خراش کے اس قول کو غیر معتبر قرار دیا فرمایا کہ جس طرح ابوالحسن ابن القطان کے متغیر الحفظ والے قول کا کوئی اعتبار نہیں اسی طرح ابن خراش کے اس قول کا کوئی اعتبار نہیں دیکھیے :

وكذاقول عبد الرحمن بن خراش : كان مالك لا يرضاه، نقم عليه حديثه لاهل العراق، قدم الكوفة ثلاث مرات :قدمة كان يقول حدثني أبي، قال:سمعت عائشة والثانية فكان يقول:أخبرني أبي عن عائشة.وقدم الثالثة

(1) (میزان عمر عائشہ ص:۹۸)

فکان یقول:أبی،عن عائشة یعنی یرسل عن أبیه❶.

اشکال:۵-ہشام کذاب ہے

صاحب میزان لکھتے ہیں :تاریخ بغداد کے مصنف خطیب بغدادی نے امام مالک کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہشام بن عروہ ایک دروغ گو انسان تھا(تاریخ بغداد ص:۱۰۴-۱۰۵)❷

جواب:یہ صریح غلط بیانی ہے۔

تاریخ بغداد میں میں نے ہشام بن عروہ کا ترجمہ مکمل پڑھا ہے اس میں ایسی بات ہر گز موجود نہیں ہے لہٰذا صاحب میزان نے یہ بات اپنی فیکٹری سے بنائی ہے تاریخ بغداد میں اس کا کہیں وجود نہیں ہے۔

اشکال:٦-ہشام کے کلام میں تضاد ہوتا تھا

صاحب میزان لکھتے ہیں:

بیشتر لوگوں کا خیال ہے کہ ہشام کی ذہنی کیفیت مدینہ سے ہجرت کے بعد معمول پر نہیں رہی بلکہ وہ نسیان میں مبتلا ہو چکے تھے اس کی وجہ ان کا ایک بیان ہے کہ میری بیوی عمر میں مجھ سے تیرہ برس بڑی تھی اور وہ نو برس کی تھی کہ رخصت ہوکر میرے گھر آئی۔(تہذیب التہذیب ج ۱۲ص:بیان فاطمہ) گویا ہشام کی پیدائش سے چار سال قبل ہی رخصتی بھی ہوگئی۔حافظ ذہبی بیان کرتے ہیں کہ ہشام کی بیوی کی عمر رخصتی کے وقت ۲۹ سال تھی لیکن انہوں نے دوعشروں کو گرا کر ۹ کر دیا۔بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ نسیان کی وجہ سے ہشام نے جس طرح تسعۃ عشرین ۲۹ کو صرف تسعۃ (۹) بنا ڈالا اسی طرح انہوں نے سیدہ عائشہ کی عمر

❶میزان الاعتدال لمحمد بن احمد بن عثمان الذهبی (متوفی ۷۴۸) ج ۴ ص: ۳۰۲ ناشر دار المعرفة بیروت

❷(میزان عمر عائشہ ص:۹۷)

میں سے بھی ایک عشرہ کم کر کے ستۃ عشر (۱٦) کو ستہ ٦) اور تسعۃ عشر (۱۹) کو تسعۃ (۹) بنا ڈالا قرائن کے پیش نظر یہی امکان سب سے قوی دکھائی دیتا ہے۔ ❶

جواب: یہ بات غلط فہمی پر مشتمل ہے۔

ہشام کے کلام میں تضاد اور نسیان و وہم اس وقت سمجھا جاتا جب یہ دونوں باتیں ہشام تک صحیح سند سے ثابت ہوتیں جبکہ ۹ سال کی عمر میں رخصتی والی روایت ہشام تک صحیح سند سے ثابت نہیں ہے کیونکہ اس روایت کی سند میں ایک راوی ہے ابوقلابہ الرقاشی سند دیکھیے :

أبو قلابة الرقاشي، حدثني أبو داود سليمان بن داود،قال :قال يحيى القطان:أشهد أن محمد بن إسحاق كذاب قلت:وما يدريك؟ قال قال لي وهيب،فقلت لوهيب :وما يدريك؟ قال :قال لي مالك بن أنس .فقلت لمالك :وما يدريك؟ قال :قال لي هشام بن عروة،قال قلت لهشام بن عروة :وما يدريك؟ قال :حدث عن امرأتي فاطمة بنت المنذروأدخلت علي وهي بنت تسع،وما رآها رجل حتى لقيت الله تعالى❷.

اور یہ خطا کار اور متغیر الحفظ ومختلط ہے۔ ثبوت ملاحظہ فرمائیں:

۱ –عبد الملك ابن محمد ابن عبد الله ابن محمد ابن عبد الملك الرقاشي بفتح الراء وتخفيف القاف ثم معجمة أبو قلابة البصري يكنى أبا محمد وأبو قلابة لقب صدوق يخطىء تغير حفظه لما سكن بغداد❸

ابوقلابہ رقاشی سچا تھا لیکن خطا کرتا تھا اور جب بغداد میں رہنے لگا تو اس کا حافظہ خراب ہوگیا تھا۔

---

❶ (میزان عمر عائشہ ص:۹۹) ❷ **میزان الاعتدال لمحمد بن احمد بن عثمان الذهبی (متوفی ۷۴۸) ج۳ ص: ۱۷۴ ناشر دار المعرفة بيروت** ❸ **تقريب التهذيب لابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲) ص: ۳٦۵ ناشر دار الرشيد سوريا**

۲–قال ابن الصلاح روينا عن الإمام ابن خزيمة أنه قال حدثنا أبو قِلابة بالبصرة قبل أن يختلط ويخرج إلى بغداد❶

عبارت کا مفہوم: ابن خزیمہ نے کہا اس کا بصرہ میں حافظہ صحیح تھا لیکن جب بغداد میں چلے گئے تو وہیں پر مختلط ہو گیا۔

اور جہاں تک تعلق ہے اس بات کا کہ (حافظ ذہبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہشام کی بیوی کی عمر رخصتی کے وقت ۲۹ سال تھی لیکن انہوں نے دو عشروں کو گرا کر ۹ کر دیا۔) یہ سفید غلط بیانی ہے۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے صرف اتنا کہا ہے کہ رخصتی کے وقت ہشام کی بیوی کی عمر بضع وعشرین یعنی بیس سال سے زیادہ ۲۳ یا ۲۴ یا ۲۵ یا ۲۶ یا ۲۷ یا ۲۸ یا ۲۹ سال ہو گی البتہ ۹ کا بیان کسی راوی کا وہم ہو گا (جیسے کہ میں نے ثابت کر دیا کہ یہ ابو قلابہ الرقاشی راوی کا وہم ہے کیونکہ یہ مختلط ہو چکا تھا (علی اکبر) یہ نہیں فرمایا کہ یہ ہشام کا وہم ہے اس نے دو عشروں کو گرا کر ۹ کر دیا یہ بات صاحب میزان نے اپنی فیکٹری سے اٹھا کر لکھ دی ہے۔ ذہبی رحمہ اللہ کی اصلی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

ثم ما قيل من أنها أدخلت عليه وهى بنت تسع غلط بين، ما أدرى ممن وقع من رواة الحكاية، فإنها أكبر من هشام بثلاثة عشرة سنة ولعلها ما زفت إليه إلا وقد قاربت بضعا وعشرين سنة،وأخذ عنها ابن إسحاق وهى بنت بضع وخمسين سنةأو أكثر❷.

اشکال:۷– ہشام غلطی کرتا تھا:

صاحب میزان لکھتے ہیں:

❶الاغتباط بمن رمى من الرواة بالاختلاط لسبط ابن العجمى (متوفى ۸۴۱) ص: ۶۵ ناشر دار الحديث القاهره ❷ميزان الاعتدال لمحمد بن احمد بن عثمان الذهبى (متوفى ۷۴۸) ج۳ ص: ۴۷۱ ناشر دار المعرفة بيروت

امام مالک کے علاوہ خود اہل مدینہ بھی ہشام سے مروی احادیث میں اغلاط کی نشان دہی کرنے لگے تھے (تہذیب التہذیب ج ا ص: ۱۰۹ اور جلد دوم ص: ۵۰) ❶

جواب: اولاً: یہ جرح یعقوب بن شیبہ سے نقل کی گئی ہے جبکہ یعقوب بن شیبہ نے ہشام بن عروہ کا زمانہ ہی نہیں پایا کیونکہ ہشام بن عروہ کی وفات (سن ۱۴۵ یا ۱۴۶ یا ۱۴۷ ھ) میں ہوئی ہے تہذیب التہذیب ج ۶ ص: ۶۵۱ ناشر دار الکتب العلمیۃ اور یعقوب بن شیبہ کی ولادت سن ۱۸۰ ھ میں ہوئی ہے دیکھیے (سیر اعلام النبلاء للذھبی ج ۱۲ ص: ۴۷۶ ناشر مؤسسۃ الرسالۃ) تو ضرور یعقوب نے یہ جرح کسی سے سنی ہوگی اب کس سے سنی؟ وہ شخص نامعلوم و مجہول ہے اور مجہول آدمی کا قول اصولاً مردود ہوتا ہے۔

جواب: ثانیاً: وہ جرح تہذیب التہذیب میں صرف اتنی ہے کہ ہشام بن عروہ کی روایت کو اس کے شہر والے عجیب سمجھتے تھے تو عجیب سمجھنے کا مطلب یہ کہاں ہے کہ ہشام غلطیاں کرتے تھے اور یہ لوگ ان کی غلطیوں کی نشان دہی کرتے تھے؟ تاہم اس جرح کو نقل کرنے والے یعقوب بن شیبہ نے خود ان لوگوں کے تعجب پر رد کیا ہے وہ اس طرح کہ یعقوب بن شیبہ فرماتے ہیں کہ دراصل بات یہ ہے کہ ہشام عراق کے لوگوں کی آسانی کے لیے صرف اپنے والد کی روایات نقل کرتے تھے وہ روایات جو اپنے والد سے بلا واسطہ سنی تھیں ان کو بلا واسطہ ذکر کرتے تھے اور اپنے والد کی وہ روایات جو واسطے کے ساتھ سنی تھیں ان کو بھی بغیر واسطے کہ بیان کرتے تھے اس وجہ سے یہ لوگ ہشام کی روایت کو عجیب سمجھتے تھے حالانکہ واسطہ بیان کیے بغیر روایت کے بیان میں کوئی خرابی نہیں جیسے کہ آج کل تمام علماء حدیث کی پوری سند یعنی واسطے کو حذف کر کے بیان کرتے ہیں تو یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔ تہذیب التہذیب کی اصلی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

مُـحَمَّد بُن أَحْمَد بُن یعقوب،قَالَ :حَـدَّثَنَا جدی، قَالَ یعقوب بن شیبة

---

❶ (میزان عمر عائشہ ص: ۹۷)

ثقةٌ ثبتٌ،لم يُنكر عَلَيْهِ شيء إلا بعد ما صارَ إلى العراق،فإنه انبَسط فِي الروايةعن ابيه فأنكرَ ذَلِكَ عَلَيْهِ أهلُ بلده والذى نَرَى أن هشامًا تسهَّل لأهل العراق، أَنَّهُ كَانَ لا يحدث عَن أَبِيهِ إلا بِما سمعه منه فكان تسهله أنه أرسَلَ عَن أَبِيهِ مما كَانَ يسمعه من غير أَبِيهِ،عَن أَبِيهِ ❶

اشکال:۸-ہشام کے عراق کے شاگردوں کی روایات زمین پر ماری جائیں

صاحب میزان لکھتے ہیں:

ہشام بن عروہ نے اپنی زندگی میں کہا تھا کہ جب تم سے کوئی عراقی ایک ہزار احادیث بیان کرے تو نوسو نوے کو زمین پر دے مارو اور باقی دس میں بھی شک کرتے رہو۔ مذکورہ احادیث کا تو ماٗ خذ ہی عراق ہے اور تمام راوی کوفی یا بصری ہیں لہٰذا یہ کیسے معتبر ہوسکتی ہیں (عمر عائشہ از حبیب الرحمٰن کاندھلوی) (میزان عمر عائشہ ص:۹۸)

جواب: ہشام کا یہ قول بے سند ہے۔

ہشام کی طرف اس قول کی نسبت غلط ہے کیونکہ تراجم کی کتابوں میں سے کسی بھی کتاب میں ہشام کا یہ قول موجود نہیں ہے البتہ تدریب الراوی میں یہ قول بغیر سند کے موجود ہے اس لئے قابل التفات نہیں ہے۔

اشکال:۹-ہشام کذب بیانی کرتا تھا

صاحب میزان لکھتے ہیں:

پھر ہشام بن عروہ کی یہ عادت ہوگئی تھی کہ کسی سے بھی کوئی روایت سنتے اسے اپنے باپ عروہ سے منسوب کر کے بیان کرتے امام مالک نے اس کی اس کذب بیانی کی وجہ سے مزید روایات لینا ترک کردیا۔ ❷

---

❶ تهذيب التهذيب لابن حجر عسقلانى (متوفى ۸۵۲)ج٦ ص: ۶۵۰ ناشر دار الكتب العلمية ❷ (میزان عمر عائشہ ص:۹۸)

جواب: یہ سفید غلط بیانی ہے

یہ بات تراجم کی کتابوں میں سے کسی بھی کتاب میں نہیں کہ ہشام جس سے بھی کوئی روایت سنتے وہ باپ کی طرف جھوٹی نسبت کر کے بیان کرتے اور امام مالک رحمہ اللہ نے اس کی اس کذب بیانی کی وجہ سے مزید روایات لینا ترک کر دیا یہ بات صاحب میزان نے اپنی فیکٹری سے لکھی ہے۔

اشکال: ۱۰- ہشام نے یہ روایت بیان ہی نہیں کی:

صاحب میزان لکھتا ہے:

ہشام بن عروہ نے یہ روایت بیان ہی نہیں کی بلکہ بغداد میں ان کے مبینہ شاگردوں نے ہشام کی وفات کے ۳۹ سال بعد ۱۸۵ھ میں یہ روایت خود وضع کی اور ہشام کے نام منسوب کردی عین ممکن ہے کہ انہوں نے اس کے عوض حکمران وقت سے مالی فوائد بھی حاصل کیے ہوں۔ ❶

جواب: صاحب میزان غلط بیانی کرنے والا ہے۔

پہلے اس نے کہا کہ ہشام نے یہ روایت عراق میں اختلاط کے بعد بیان کی ہے اور یہاں کہہ رہا ہے کہ ہشام نے تو یہ روایت بیان ہی نہیں کی ہے بلکہ اس کے شاگردوں نے اس پر جھوٹ بولا ہے۔

قارئین کرام ہشام بن عروہ سے صحیح البخاری میں اس روایت کو نقل کرنے والے چار راوی ہیں ۱-علی بن مسہر ۲-سفیان ۳-وہیب بن خالد ۴-ابواسامہ۔ صاحب میزان ان حضرات کے متعلق کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے ہشام پر جھوٹ باندھا ہے اب صحیح البخاری کے راویوں کو بغیر کسی محدث کے قول کے جھوٹا اور وضاع کہنا یہ انکار حدیث کا دروازہ کھولنا نہیں ہے تو کیا ہے؟

---

❶ (میزان عمر عائشہ ص:۹۹)

پھر ان بزرگوں پر بغیر ثبوت کے یہ تہمت لگانا کہ انہوں نے حکومت وقت سے مال حاصل کرنے کے لیے یہ روایت بنائی تو یہاں اگر آپ کے متعلق کوئی بغیر ثبوت کے یہ بات کہے کہ آپ نے بھی پرویزیوں سے پیسے لینے کے لیے یہ کتاب لکھ ڈالی۔تو آپ کو کیسا لگے گا۔

اشکال: ۱۱- ہشام نے ایسی روایات بیان کیں جو انہوں نے اپنے والد سے نہیں سنی تھیں:

صاحب میزان لکھتے ہیں:

ہشام بن عروہ نے آخری عمر میں جب وہ سٹھیا گئے تھے اپنے والد کے حوالے سے ایسی حدیثیں بیان کرنا شروع کر دیں جو انہوں نے اپنے والد سے نہیں سنی تھیں اور ان کی صحت روایت مشکوک تھی۔(حافظ ذہبی میزان الاعتدال ج ۴ص: تہذیب التہذیب ج ۱۱ص: ۴۸) [1]

جواب: یہ بھی غلط بیانی ہے۔

قارئین کرام آپ میزان الاعتدال للذہبی اور تہذیب التہذیب لابن حجر میں ہشام بن عروہ کا ترجمہ کھول کر پڑھیں یا محولہ صفحات کھول کر پڑھیں ان کتابوں میں ایسی بات کا کوئی وجود نہیں اس نے یہ بات اپنے طرف سے بنائی ہے۔یعنی یہ بات کہ حافظہ خراب ہونے کے بعد (اپنے والد کے حوالے سے ایسی حدیثیں بیان کرنا شروع کر دیں جو انہوں نے اپنے والد سے نہیں سنی تھیں) ایسی بات کا وجود ان کتابوں میں نہیں ہے۔

فائدہ نمبر:۱- امام زہری رحمہ اللہ نے عروہ سے نقل کرنے میں ہشام کی متابعت کی ہے

اس روایت کو عروہ بن زبیر سے نقل کرنے میں ہشام بن عروہ متفرد نہیں بلکہ حضرت امام زہری رحمہ اللہ ان کا متابع موجود ہے یعنی جس طرح اس روایت کو عروہ بن زبیر سے

---

[1] (میزان عمر عائشہ ص: ۹۷-۹۸)

ہشام بن عروہ نے نقل کیا اسی طرح عروہ بن زبیر سے امام زہری رحمہ اللہ نے بھی نقل کیا ہے ۔ثبوت ملاحظہ فرمائیں:

وحَدَّثَنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ،أَخْبَرَنا عَبْدُ الرَّزَّاقِ،أَخْبَرَنا مَعْمَرٌ،عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ،عَنْ عَائِشَةَ،أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَها وَهِيَ بِنْتُ سَبْعِ سِنِينَ،وَزُفَّتْ إِلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ،وَلُعَبُهَا مَعَهَا،وَمَاتَ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانَ عَشْرَةَ ❶

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تو وہ سات سال کی لڑکی تھیں اور ان سے زفاف کیا گیا تو وہ نو سال کی لڑکی تھیں اور ان کے کھلونے ان کے ساتھ تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو ان کی عمر اٹھارہ سال تھی۔

جب مذکورہ حدیث عروہ بن زبیر سے امام زہری نے بھی نقل کر دی تو اختلاط کا وہم مکمل ختم ہو گیا کیونکہ ان دونوں اماموں کے متعلق وہم کا گمان کرنا بعید از عقل ونقل ہے۔

متابع پر چار اشکالات اور ان کا جواب

اشکال:۱-زہری کا عروہ سے سماع ثابت نہیں۔

صاحب میزان لکھتے ہیں:

اس روایت کے بے بنیاد ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ زہری کا عروہ سے سماع ہی ثابت نہیں **لا يثبت له السماع من عروة** (تہذیب التہذیب ذکر ابن شہاب) ابن ابی حاتم نے بیان کیا کہ عروہ سے حدیث زہری وہم ہے (امانی الاحبار فی شرح معانی الآثار

---

❶ **الصحيح لمسلم بن الحجاج (متوفى ۲۶۱) ج۲ ص: ۱۰۳۹ ناشر دار احياء التراث العربی**

ص:۳۴۱) بقول ابن ابی حاتم عروہ سے زہری کے عدم سماع پر محدثین کا اتفاق ہے اس لیے زہری جب بھی عروہ سے کوئی روایت بیان کریں گے وہ منقطع ہوگی امام طحاوی کے مطابق زہری نے یہ روایت عروہ سے نہیں سنی۔ درمیان میں سے کسی راوی کی شناخت چھپائی گئی ہے۔ ❶

جواب: زہری کا سماع عروہ بن زبیر سے ثابت ہے۔

ثبوت ملاحظہ فرمائیں:

امام زہری خود فرماتے ہیں کہ میں نے عروہ بن زبیر سے فلاں فلاں حدیث سنی ہے دیکھئے:

حَدَّثَنَا أَبُو اليَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ ❷

تو جب امام زہری جیسا ثقہ محدث خود کہتا ہے کہ میں نے عروہ سے سنا ہے تو ابن ابی حاتم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ زہری کا سماع عروہ سے ثابت نہیں ہے یقیناً ابن ابی حاتم نے ایسی بات نہیں کہی ہے بلکہ صاحب میزان کو اس روایت کی دشمنی نے ایسی غلط فہمی میں مبتلا کیا ہے۔ حق بات یہ ہے کہ تہذیب التہذیب میں ابن ابی حاتم کی یہ عبارت غلط چھپ گئی ہے وہ عبارت یہ ہے:

وقال ابن أبی حاتم ثنا علی بن الحسین قال قال أحمد بن صالح لم یسمع الزهری من عبد الرحمن بن کعب بن مالک إنما یروی عن عبد الرحمن بن عبد الله بن کعب وقال إنی لم اختلف أنا وأبو زرعة وجماعة أصحابنا أن الزهری لم یسمع من أبان بن عثمان قیل له فإن محمد بن یحیی النیسابوری کان یقول قد سمع فقال محمد بن یحیی کان بابه السلامة الزهری لم یسمع من أبان شیئا لأنه لم یدرکه قد أدرکه وأدرک من هو أکبر منه ولکن لا یثبت له السماع من عروة وأن کان قد سمع ممن هو أکبر

❶ میزان عمر عائشه ص: ۳۹ ❷ صحیح البخاری لمحمد بن اسماعیل البخاری (متوفی ۲۵۶) ج۵ ص: ۸۳ – ج۶ ص: ۷۶ – ج۶ ص: ۱۴۱ ناشر دار طوق النجاة

منه غير أن أهل الحديث قد اتفقوا على ذلک واتفاقهم على الشیء يكون حجة❶

اب تہذیب التہذیب کی اس عبارت کا اس حال میں مطلب ہی خلط ملط ہو رہا ہے وہ اس طرح کہ ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ زہری نے ابان سے کچھ بھی نہیں سنا اس لیے کہ زہری نے ابان کو پایا ہی نہیں حالانکہ اس کو پایا ہے(آپ اندازہ لگائیں کہ یہاں اس عبارت میں کتنا تضاد ہے پہلے کہتے ہیں کہ زہری نے ابان کو نہیں پایا اور پھر کہتے ہیں کہ پایا ہے یہ تضاد اس عبارت کے غلط ہونے کی دلیل ہے) اسی طرح اگلی عبارت ''لیکن زہری کا عروہ سے سماع ثابت نہیں ہے'' یہ عبارت بھی غلط چھپ گئی ہے وہ اس طرح کہ یہاں اس عبارت سے کچھ الفاظ چھوٹ گئے ہیں ۔ابن ابی حاتم کی یہ عبارت اس کی اپنی کتاب مراسیل میں اس طرح ہے:

قَالَ أَبِی الزُّهْرِیُّ لَمْ یَسْمَعْ مِنْ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ شَیْئًا لَا لِأَنَّهُ لَمْ یَدْرِکْهُ قَدْ أَدْرَکَهُ وَأَدْرَکَ مَنْ هُوَ أَکْبَرَ مِنْهُ وَلَکِنْ لَا یَثْبُتُ لَهُ السَّمَاعُ مِنْهُ کَمَا أَنَّ حَبِیبَ بْنَ أَبِی ثَابِتٍ لَا یَثْبُتُ لَهُ السَّمَاعُ مِنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ وَهُوَ قَدْ سَمِعَ مِمَّنْ هُوَ أَکْبَرُ مِنْهُ غَیْرَ أَنَّ أَهْلَ الْحَدِیثِ قَدِ اتَّفَقُوا عَلَی ذَلِکَ وَاتِّفَاقُ أَهْلِ الْحَدِیثِ عَلَی شَیْءٍ یَکُونُ حُجَّةً❷

ابن ابی حاتم کہتے کہ میرے والد ابو حاتم نے کہا کہ زہری نے ابان سے کچھ بھی نہیں سنا اس لیے نہیں کہ ابان کو پایا نہیں بلکہ اس کو پایا بھی اور ابان سے بڑی عمر والوں کو بھی پایا لیکن اس سے سماع نہیں کیا یعنی احادیث نہیں سنی ہیں جیسے کہ حبیب بن ابی ثابت نے عروہ بن زبیر سے بڑی عمر والوں کو بھی پایا ہے لیکن حبیب کا پھر بھی عروہ سے سماع ثابت نہیں

❶تهذيب التهذيب لابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲) ج۹ ص: ۴۵۰ ناشر دائرة المعارف الهند❷مراسیل لابن ابی حاتم(متوفی ۳۲۷)ص: ۱۹۲ ناشر مؤسسة الرسالة بيروت

ہے۔(اس طرح زہری نے اگر چہ ابان کو پایا ہے لیکن اس سے اس کا سماع ثابت نہیں)

تو قارئین کرام آپ نے ابن ابی حاتم کی اصلی عبارت ملاحظہ فرمالی جس میں ہے کہ حبیب بن ابی ثابت کا عروہ سے سماع ثابت نہیں اصلی عبارت میں یہ نہیں ہے کہ زہری کا عروہ سے سماع ثابت نہیں لہٰذا کہنا پڑے گا کہ تہذیب التہذیب میں حبیب بن ابی ثابت کے الفاظ چھوٹ گئے ہیں اس لیے عبارت کا مطلب کیا سے کیا ہوگیا لیکن چونکہ یہ غلط مطلب صاحب میزان کا مطلوب تھا اس لیے ابن ابی حاتم کی اپنی اصلی کتاب مراسیل کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔

بریں علم و دانش بباید گریست

بحرحال جب صحیح البخاری ج ۵ ص:۸۳-ج۶ ص:۶۷-ج۶ ص:۱۴۱ ناشر دار طوق النجاۃ سے ثابت ہوگیا کہ زہری کا سماع عروہ بن زبیر سے ثابت ہے اور تہذیب التہذیب کی وہ عبارت جس سے زہری کا عروہ سے عدم سماع سمجھ میں آرہا تھا غلط ثابت ہوئی تو زہری کی اس روایت کو منقطع کہنا ناانصافی ہے۔

اشکال:۲-عبدالرزاق سے عبد بن حمید کے علاوہ یہ روایت کوئی نقل نہیں کرتا؟

صاحب میزان لکھتے ہیں:

زہری کی زیر بحث روایت کا کوئی مؤید نہیں۔زہری کے سینکڑوں شاگردوں میں سے معمر کے سوا کوئی بھی اسے نقل نہیں کرتا۔معمر سے عبدالرزاق کے علاوہ کوئی بیان نہیں کرتا عبد الرزاق سے بھی صرف عبد بن حمید نقل کرتے ہیں۔مسلم کے سوا کسی حدیث کی کتاب میں یہ روایت امام زہری سے منقول نہیں ہے۔ ❶

❶ (میزان عمر عائشہ ص:۳۹)

جواب اولاً: محمد بن اسحاق بن الصباح نقل کرتے ہیں

عبدالرزاق سے عبد بن حمید کے علاوہ محمد بن اسحاق بن الصباح اور ابواسامہ بھی نقل کرتے ہیں اور اس حدیث کو مسلم کے علاوہ محدث ابوعوانہ بھی نقل کرتے ہیں دونوں باتوں کا ثبوت ملاحظہ فرمائیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ الصَّبَّاحِ الصَّنْعَانِيُّ،ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سَنَوَاتٍ،أَوْ هِيَ بِنْتُ سَبْعٍ، وَزُفَّتْ إِلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ، وَلُعَبُهَا مَعَهَا، وَتُوُفِّيَ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانِ عَشْرَةَ رَوَاهُ أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ بِهَذَا اللَّفْظِ❶

جواب ثانیاً: اس میں کوئی حرج نہیں

زہری سے معمر کا متفرد ہونا اور معمر سے عبدالرزاق کا متفرد ہونا روایت کے لیے کچھ بھی مضر نہیں کیونکہ خبر واحد ایسی روایت کو تو کہتے ہیں کہ اس میں راوی متفرد ہوں تو ایسی روایت محدثین کے ہاں بالاتفاق صحیح سمجھی جاتی ہے لہٰذا صاحب میزان کے یہ محض وسوسے ہیں جس سے مؤمن متأثر نہیں ہوسکتا۔

فائدہ: ''انما الاعمال بالنیات'' میں بھی رواۃ متفرد ہیں

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وقد زعم بعضهم أنه متواتر وليس كذلك لأن الصحيح أنه لم يروه عن النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -إلا عمر، ولم يروه عن عمر إلا علقمه، ولم يروه عن علقمة إلا محمد بن إبراهيم، ولم يروه عن محمد بن إبراهيم إلا يحيى بن سعيد الأنصاري وعنه انتشر❷

❶مستخرج لابی عوانه(متوفی ٣١٦) ج٣ ص: ٨٠ ناشر دار المعرفة بيروت ❷ارشاد الساری للعلامة القسطلانی (متوفی ٩٢٣) ج١ ص: ٥٦ ناشر المطبعة الكبرىٰ الاميرية مصر

بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ روایت یعنی [انما الاعمال بالنیات] متواتر ہے حالانکہ ایسی بات نہیں بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ اس روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرنے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ متفرد ہیں اور حضرت عمر سے علقمہ متفرد ہیں اور علقمہ سے محمد بن ابراہیم متفرد ہیں اور محمد بن ابراہیم سے یحی بن سعید الانصاری متفرد ہیں البتہ اس سے پھر یہ روایت پھیل گئی۔ (جیسے کہ زہری والی روایت عبدالرزاق سے پھیل گئی)

اب صاحب میزان سے سوال ہے کہ جب [انما الاعمال بالنیات] والی روایت میں رواۃ متفرد ہیں تو کیا یہ روایت بھی ضعیف ہے؟ اگر رواۃ کے تفرد کی وجہ سے یہ روایت ضعیف نہیں ہوسکتی تو زہری والی روایت بھی رواۃ کے تفرد کی وجہ سے ضعیف نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا ایسے وسوسے اپنے پاس رکھیں تو بہتر ہوگا۔

اشکال:۳-عبدالرزاق نے شیعہ ہونے کی وجہ سے یہ روایت بنائی ہے

صاحب میزان لکھتے ہیں:

غالب گمان ہے کہ عبدالرزاق نے جو آبائی مسلک ترک کرنے کے بعد اپنے نئے مسلک میں مبالغے کی حد تک متعصب ہو چکے تھے یہ روایت معمر کے حوالے سے امام زہری سے منسوب کر دی ہو۔ ❶

جواب: شیعہ کا نظریہ آپ والا ہے

جس طرح آپ کا نظریہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت ۱۹ سال تھی اس مسئلہ میں شیعہ کا بھی یہی نظریہ ہے جیسے کہ مشہور رافضی غلام حسین نجفی لکھتا ہے:

بی بی عائشہ کی عمر وقت ہجرت اور شادی سترہ سال تھی۔ (یعنی ہجرت کے وقت سترہ سال اور رخصتی کے وقت ۱۹ سال تھی) ❷

---

❶ (میزان عمر عائشہ ص:۹۴) ❷ سہم مسموم فی جواب نکاح ام کلثوم لغلام حسین نجفی ص:۱۵۰ ناشر ادارہ تبلیغ اسلام ماڈل ٹاؤن لاہور

اور آگے لکھتا ہے:

بی بی عائشہ نبی اکرم سے شادی کے وقت مطلقہ تھی۔ ❶

تو جب روافض کا نظریہ خود آپ والا ہے تو عبدالرزاق نے مذہبی تعصب میں ۹ سال عمر کی روایت کیسے بنائی؟ اگر اس کی روایت ۱۹ سال کی ہوتی تو کہا جاسکتا تھا کہ یہ روایت اس نے اپنے مذہبی تعصب میں بنائی ۹ سال والی روایت کے لیے ایسا تصور ممکن نہیں۔

اشکال: ۴- یہ روایت ۱۸۵ ہجری میں منظر عام پر آئی

صاحب میزان لکھتے ہیں:

یہ روایت ۱۸۵ ہجری میں منظر عام پر آئی جبکہ امام زہری سن ۱۲۴ھ میں وفات پا چکے تھے اور ان کی زندگی میں اس روایت کا وجود ہی نہیں تھا لہٰذا اس کے متعلق تمام حوالہ جات باطل ہیں۔ مدلسین نے روایت میں اعتبار پیدا کرنے کے لیے زہری کی وفات کے ۶۰-۷۰ برس بعد اسے امام زہری سے مروی بیان کر دیا بیچارے امام زہری کو تو خبر بھی نہیں ہوگی کہ یہ روایت ان کے ذمہ لگا دی گئی ہے۔ ❷

جواب: یہ محض غلط بیانی ہے۔

صاحب میزان سے سوال ہے کہ یہ بات کہاں لکھی ہے کہ یہ روایت سن ۱۸۵ ہجری میں منظر عام پر آئی اگر اس پر کہیں متقدمین کی کتب سے کوئی حوالہ ہے تو نشان دہی فرمائیں ورنہ ایسے وسوسے پیدا کرنے سے توبہ کریں۔

رہی بات مدلسین والی تو آپ کی ذمہ داری تھی کہ آپ امام زہری رحمہ اللہ سے نچلے تینوں راویوں یعنی معمر، عبدالرزاق اور عبد بن حمید کے مدلس ہونے پر حوالہ جات پیش کرتے لیکن آپ نے ان حضرات کے مدلس ہونے پر حوالے پیش نہیں کیے نیز آپ کا یہ کہنا کہ ان

❶ سہم مسموم فی جواب نکاح ام کلثوم لغلام حسین نجفی ص: ۱۵۲ ناشر ادارہ تبلیغ اسلام ماڈل ٹاؤن لاہور

❷ (میزان عمر عائشہ ص: ۹۴)

حضرات نے زہری کی طرف یہ روایت منسوب کردی زہری کو تو خبر بھی نہیں ہوگی یہ ان حضرات پر جھوٹ کا الزام ہے اور بخاری ومسلم کے راویوں کو بغیر دلیل کے جھوٹا قرار دینا انکار حدیث کا دروازہ کھولنا ہے۔

فائدہ نمبر۲:۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرنے میں عروہ بن زبیر کی اسود نے متابعت کی ہے

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ،قَالَ يَحْيَى، وَإِسْحَاقُ :أَخْبَرَنَا،وقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ،عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ تَزَوَّجَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ بِنْتُ سِتٍّ،وَبَنَى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ، وَمَاتَ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانَ عَشْرَةَ[1]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا تو ان کی عمر چھ سال تھی اور ان سے صحبت کی تو ان کی عمر نو سال تھی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال کیا تو ان (عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی عمر اٹھارہ سال تھی۔

اس متابع پر اشکال اور اس کا جواب

صاحب میزان لکھتا ہے:

یہ روایت ابومعاویہ سے اعمش سے ابراہیم سے اسود سے سیدہ عائشہ تک پہنچتی ہے۔ اس کے پہلے دو راوی اپنے مسلک کی بناء پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف انتہا درجے کا تعصب رکھتے تھے۔اعمش مدلس اور مرسل بھی کہے جاتے ہیں لہٰذا ''ان کی عمر سیدہ عائشہ''

---

[1] الصحیح لمسلم بن الحجاج(متوفی ۲۶۱)ج۲ ص:۱۰۳۹ ناشر دار احیاء التراث العربی بیروت

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہر لحاظ سے مجروح ہے۔ابراہیم نخعی اوراسود بن یزید کے نام ابو معاویہ نے اپنی روایت کو معتبر بنانے کے لیے شامل کیے ہیں لہٰذا تدلیس کی بناء پر بھی یہ روایت منقطع ہے۔ابو معاویہ اس روایت کو اس کے اصل راوی ہشام بن عروہ سے بھی روایت کرتے ہیں امکان ہے کہ نسیان کے باعث اعمش کے حوالے سے بھی روایت کر گئے ہوں (کشف الغمہ ص:۱۱۰)❶

جواب: نہ جانے صاحب میزان کی ان پہلے دوراویوں سے کونسے راوی مراد ہیں بحرحال جو بھی مراد ہیں ان راویوں میں سے کوئی بھی حضرت عائشہ کے ساتھ عداوت رکھنے والا نہیں اگر ایسے ہوتا تو صاحب میزان پر واجب تھا کہ وہ اپنے اس مدعا پر حوالہ جات نقل کرتے لہٰذا علمی حلقے میں ایسی بے سند بات کی کوئی حقیقت نہیں۔

اور جہاں تک تعلق ہے اعمش کے مدلس ہونے کا اولاً تو اعمش طبقہ ثانیہ کا مدلس ہے جس کی معنعن روایت محدثین کے اصول کے مطابق ہر کتاب میں قبول کی جاتی ہے چنانچہ ان کے طبقہ ثانیہ کے مدلس ہونے پر ثبوت ملاحظہ فرمائیں:

۱ــوَأَمَّا الْجِنسُ الثَّانِي مِنَ الْمُدَلِّسِينَ فَقَوْمٌ يُدَلِّسُونَ الْحَدِيثَ فَيَقُولُونَ: قَالَ فُلَانٌ، فَإِذَا وَقَعَ إِلَيْهِمْ مَنْ يُنَقِّرُ سَمَاعَاتِهِمْ، وَيُلِحُّ وَيُرَاجِعُهُمْ، ذَكَرُوا فِيهِ سَمَاعَاتِهِمْ...... أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْفَضْلِ الشَّعْرَانِيُّ قَالَ:ثنا جَدِّي قَالَ: ثنا كَثِيرُ بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ،عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،قَالَ:فُلَانٌ فِي النَّارِ يُنَادِي يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ قَالَ أَبُو عَوَانَةَ :قُلْتُ لِلْأَعْمَشِ :سَمِعْتَ هَذَا مِنْ إِبْرَاهِيمَ؟ قَالَ:لَا حَدَّثَنِي بِهِ حَكِيمُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْهُ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ نَكْتَفِي بِمَا ذَكَرْنَاهُ مِنْ مِثَالِ هَذَا الْجِنْسِ❷

❶(میزان عمر عائشہ ص:۹۵) ❷معرفة علوم الحديث لابى عبد الله الحاكم النيسابورى (متوفى ۴۰۵)ص:۱۰۵ ناشر دار الكتب العلمية بيروت

۲–وثانيها من احتمل الأئمة تدليسه وخرجوا له في الصحيح وإن لم يصرح بالسماع وذلك إما لإمامته أو لقلة تدليسه في جنب ما روى أو لأنه لا يدلس إلا عن ثقة وذلك كالزهري وسليمان الأعمش❶

۳–المرتبة الثانيةوعدتهم ثلاثة وثلاثون نفسا...... سليمان بن مهران الاعمش محدث الكوفة وقارؤها وكان يدلس وصفه بذلك الكرابيسي والنسائي والدارقطني وغيرهم❷

ان تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ اعمش کوامام حاکم نے معرفۃ علوم الحدیث میں، حافظ علائی رحمہ اللہ نے جامع التحصیل میں اور علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے طبقات المدلسین میں طبقہ ثانیہ کا مدلس قرار دیا ہے جن کی معنعن روایات محدثین کے ہاں قبول ہوتی ہیں۔

ثانیاً: محدثین کے ہاں قاعدہ ہے کہ صحیحین میں کسی بھی راوی کی تدلیس اس کی روایت کو مضر نہیں ہوتی۔تو جب اعمش کی یہ روایت صحیح مسلم میں آگئی تو تدلیس کا اعتراض باطل ہوگیا۔چنانچہ اس قاعدے کا ثبوت حاضر ہے:

صحیحین میں تدلیس مضر نہیں

۱-امام نووی رحمہ اللہ (متوفی ٦٧٦) سے:

واعلم أن ما كان في الصحيحين عند المدلسين بعن ونحوها فمحمول على ثبوت السماع من جهة أخرى❸

جان لو کہ مدلسین کی وہ معنعن روایات جو صحیحین میں موجود ہیں تو وہ روایات دیگر

❶جامع التحصيل في احكام المراسيل للحافظ العلائي (متوفى ٧٦١)ص:١١٣ ناشر عالم الكتب بيروت ❷طبقات المدلسين لابن حجر العسقلاني (متوفى ٨٥٢)ص:٣٣ مكتبة المنار –العمان ❸المنهاج شرح صحيح المسلم بن الحجاج للامام النووي (متوفى ٦٧٦)ج ١ ص:٣٣ ناشر دار احياء التراث العربي بيروت

سندوں کے ساتھ سماع پر محمول ہیں۔

۲-ابن الملقن رحمہ اللہ (متوفی ۸۰۴) سے:

قلت وَمَا كَانَ فِي الصَّحِيحَيْنِ وشبههما عَن المدلسين بعَن فَمَحْمُول على ثُبُوت السماع من جِهَة أُخْرَى❶

میں کہتا ہوں مدلسین کی وہ معنعن روایات جو صحیحین یا اس جیسی کتابوں میں موجود ہیں تو وہ روایات دیگر سندوں کے ساتھ سماع پر محمول ہیں۔

۳-علامہ بدرالدین عینی (متوفی ۸۵۵) سے:

وكل مَا كَانَ فِي الصَّحِيحَيْنِ عَن المدلسين بعن، فَمَحْمُول على سماعهم من جِهَة أُخْرَى❷.

مدلسین کی وہ معنعن روایات جو صحیحین میں موجود ہیں تو وہ روایات دیگر سندوں کے ساتھ سماع پر محمول ہیں۔

۴-علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱) سے:

(وَمَا كَانَ فِي الصَّحِيحَيْنِ وَشِبْهِهِمَا)مِنَ الْكُتُبِ الصَّحِيحَةِ،(عَنِ الْمُدَلِّسِينَ بِعَنْ، فَمَحْمُولٌ عَلَى ثُبُوتِ السَّمَاعِ) لَهُ (مِنْ جِهَةٍ أُخْرَى)❸

مدلسین کی وہ معنعن روایات جو صحیحین یا اس جیسی کتابوں میں موجود ہیں تو وہ روایات دیگر سندوں کے ساتھ سماع پر محمول ہیں۔

---

❶المقنع فی علوم الحديث لابن الملقن (۸۰۴)ج ۱ ص:۱۵۸ ناشر دار فواز للنشر –السعودية❷عمدة القاری لبدر الدين عينی (متوفی ۸۵۵)ج ۱ ص:۲۳۶ ناشر دار احياء التراث العربی بيروت ❸تدريب الراوی لجلال الدين السيوطی (متوفی ۹۱۱)ج ۱ ص:۲۶۴ ناشر دار طيبة

۵-امام اہل سنت حضرت شیخ سرفراز خان صفدر سے:

محدثین کا اتفاق ہے کہ مدلس راوی کی تدلیس صحیحین میں کسی طرح بھی مضر نہیں ہے۔ ❶

اور جہاں تک تعلق ہے ابو معاویہ کے متعلق یہ کہنے کا کہ (ابراہیم نخعی اور اسود بن یزید کے نام ابو معاویہ نے اپنی روایت کو معتبر بنانے کے لیے شامل کیے ہیں) تو یہ مسلم کے راوی کو بغیر دلیل کے جھوٹا اور وضاع کہنا ہوا اور مسلم کے راوی کو بغیر دلیل کے جھوٹا قرار دینا انکار حدیث کا دروازہ کھولنا ہے۔

اور جہاں تک تعلق ہے ابو معاویہ کے متعلق یہ کہنے کا کہ (ابو معاویہ اس روایت کو اس کے اصل راوی ہشام بن عروہ سے بھی روایت کرتے ہیں امکان ہے کہ نسیان کے باعث اعمش کے حوالے سے بھی روایت کر گئے ہوں) تو یہ محض بلا دلیل ایک سچے اور مضبوط راوی پر بدگمانی ہے اللہ پاک ہم سب کو ایسی بدگمانی سے محفوظ فرمائے۔

فائدہ نمبر۳: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرنے میں عروہ بن زبیر کی ابو سلمہ نے متابعت کی ہے

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعْدِ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ :حَدَّثَنَا عَمِّي،قَال حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ،قَالَ:أَخْبَرَنِي عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ،عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ:تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ،وَبَنَى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ ❷

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا جب میری عمر چھ سال کی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے

❶ (احسن الکلام للشیخ سرفراز خان صفدر ص:۲۴۹ ناشر مکتبۃ صفدریۃ گوجرانوالہ)

❷ سنن النسائی لاحمد بن شعیب النسائی (متوفی ۳۰۳) ج۶ ص: ۱۳۱ ناشر مکتب المطبوعات الاسلامیۃ —حلب

نزدیک اس وقت آئے جب میں نو سال کی تھی اور میں لڑکیوں میں کھیلا کرتی تھی (یعنی نو سال کی عمر میں میری رخصتی ہوئی)۔

اس متابع پر اشکالات اوران کے جوابات

اشکال نمبرا-اوراس کا جواب

صاحب میزان لکھتا ہے:

اس کے راوی سعید بن حکم بلاتکلف غلط سند سے روایت کرتے تھے۔(تہذیب التہذیب) ❶

جواب: یہ غلط بیانی ہے۔

ہم آپ کے سامنے تہذیب التہذیب سے سعید بن حکم کے ترجمہ والی پوری عبارت نقل کرتے ہیں آپ خود دیکھ لیں کہ اس عبارت میں یہ بات کہیں بھی نہیں کہ سعید بن حکم غلط سند سے روایت کرتے تھے۔ بلکہ یہ ثقہ وامام تھے اصلی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

سعید "بن الحکم بن محمد بن سالم المعروف بابن أبی مریم الجمحی...... قال أبو داود بن أبی مریم عندی حجة وقال الحسین بن الحسن الرازی سألت أحمد عن من أكتب بمصر فقال عن ابن أبی مریم وقال العجلی كان عاقلا لم أر بمصر أعقل منه ومن عبد الله بن عبد الحكم وقال أبو حاتم ثقة وقال ابن یونس كان فقیها ولد سنة "144" ومات سنة أربع وعشرین ومائتین قلت وذكره ابن حبان فی الثقات وقال ابن معین ثقة من الثقات وقال الحكم عن الدارقطنی قال النسائی سعید بن عفیر صالح وسعید بن الحكم لا بأس به وهو أحب إلی من بن عفیر ❷

❶ میزان عمر عائشہ ص:۹۵ ❷ تهذیب التهذیب لابن حجر العسقلانی (متوفی ۸۵۲) ج۴ ص:۱۸ ناشر دائرة المعارف النظاية-الهند

اشکال نمبر۲-اوراس کا جواب

صاحب میزان لکھتا ہے:

دوسرے راوی یحی بن ایوب، امام احمد رحمہ اللہ کے مطابق حافظے کے برے تھے اور عجیب وغریب روایات بیان کرتے تھے ان کی روایت سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔نسائی نے انہیں غیر مستند قرار دیا امام احمد نے ان کے متعلق یخطئ خطأ کثیرا کی رائے دی (تہذیب التہذیب ج۱۱ص:۱۸۶) ان کی عجیب وغریب حدیثوں میں سے ایک یہ ہے کہ عورتیں جنات کی اولاد ہیں امام احمد رحمہ اللہ نے ان کی حدیث کا انکار کیا ہے ایسے راوی کی حدیث ساقط الاعتبار ہے۔ ❶

جواب: اگرچہ امام احمد رحمہ اللہ نے اس کو برے حافظے والا قرار دیا ہے لیکن اکثر و جمہور نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

عن بن معین صالح وقال مرة ثقة...... قال النسائیؑ لیس به بأس وقال مرة: لیس بالقوی وذکره بن حبان فی الثقات...... وقال الترمذی: عن البخاری ثقة وقال یعقوب بن سفیان کان ثقة حافظا...... وقال بن شاهین فی الثقات...... وقال إبراهیم الحربی ثقة...... وهو عندی صدوق لا بأس به❷

یحیی بن معین رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ ثقہ ہے نسائی نے اگرچہ ایک موقع پر اس کو غیر مستند قرار دیا لیکن دوسرے موقع پر کہا اس میں کوئی خامی نہیں ہے۔ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور امام بخاری نے بھی اس کو ثقہ قرار دیا ہے اور یعقوب بن سفیان نے بھی اس کو ثقہ کہا ہے، ابن شاہین نے اس کو ثقات میں شمار کیا ہے اور ابراہیم الحربی نے بھی کہا یہ ثقہ ہے۔اور (ابن حجر) کہتے ہیں میرے نزدیک بھی وہ سچا ہے اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

---

❶ (میزان عمر عائشہ ص:۹۵) ❷ تهذیب التهذیب لابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲) ج ۱۱ ص: ۱۸۷ ناشر دائرة المعارف النظامیة –الهند

اب محدثین کی اسی جرح وتوثیق کو حضرت علامہ ذہبی رحمہ اللہ نقل کر کے اپنا فیصلہ یوں سناتے ہیں:

قُلْتُ لَهُ غَرَائِبُ وَمَنَاكِيْرُ يَتَجَنَّبُهَا أَرْبَابُ الصِّحَاحِ،وَيُنَقُّوْنَ حَدِيْثَهُ وَهُوَ حَسَنُ الحَدِيْثِ ❶

میں کہتا ہوں اگر چہ اس سے کچھ عجیب وغریب روایات نقل کی گئی ہیں جن سے صحاح ستہ والے اعراض کرتے ہیں اور اس کی حدیث میں جانچ پڑتال کرتے ہیں لیکن باوجود اس کے اس کی حدیث حسن درجے کی ہوتی ہے۔

نیز ایسے مختلف فیہ راوی کی روایت ساقط الاعتبار نہیں بلکہ حسن درجے کی ہوتی ہے۔

مختلف فیہ راوی کی روایت حسن درجے کی ہوتی ہے

ثبوت ملاحظہ فرمائیں:

۱- حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲) سے:

تَفَرَّدَ بِهِ شَيْخُهُ فُلَيْحٌ وَهُوَ مضعف عِنْد بن مَعِينٍ وَالنَّسَائِيِّ وَأَبِي دَاوُدَ وَوَثَّقَهُ آخَرُونَ فَحَدِيثُهُ مِنْ قَبِيلِ الْحَسَنِ ❷

فلیح مختلف فیہ راوی ہے اس کی حدیث حسن کے قبیل میں سے ہے۔

۲- أبو حفص عمر بن علی المصری رحمہ اللہ (المتوفی ۸۰۴) سے:

قلت قد حسن البُخَارِيّ حَدِيث أُسَامَة بن زيد عَن نَافِع عَن ابْن عمر عَن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم أَنه قَالَ فِي السِّوَاک نَاوِلْهُ أكبر الْقَوْم قَالَ التِّرْمِذِيّ سَأَلت مُحَمَّدًا عَن هَذَا الحَدِيث فَقَالَ حَدِيث حسن انْتهى وَأُسَامَة

❶سیر اعلام النبلاء للذهبی (متوفی ۷۴۸) ج۸ ص:۶ ناشر مؤسسة الرسالة بیروت ❷فتح الباری لابن حجر عسقلانی (المتوفی ۸۵۲) ج ۲ ص:۲۷۴ ناشر دار المعرفة بیروت

مُختَلف فِيهِ وَهُوَ من رجال مُسلم❶

میں کہتا ہوں کہ اسامہ بن زید کی مذکورہ بالا حدیث کو امام بخاری نے حسن قرار دیا حالانکہ اسامہ مختلف فیہ راوی ہے۔

۳-مغلطای بن قلیج الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۶۲) سے:

أسامة بن زيدالليثي وهو مختلف فيه، فلو أسند لقيل في حديثه:حسن❷

اسامۃ بن زید لیثی مختلف فیہ راوی ہے اگر وہ اس روایت کو بجائے منقطع کے مسند نقل کرتے تو کہا جاتا کہ اس کی حدیث حسن ہے۔

۴-ملا علی قاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۴) سے:

وأخرجه ابن ماجه عن كثير بن شنظير، عن محمد بن سيرين بن كثير، مختلف فيه، والحديث حسن❸

محمد بن کثیر مختلف فیہ راوی ہے اور حدیث حسن ہے۔

۵-علی بن محمد الکنانی رحمہ اللہ (المتوفی ۹۶۳) سے:

أَن الْخَلِيل مُخْتَلف فِيهِ فَيحسن حَدِيثه❹

خلیل مختلف فیہ راوی ہے اس کی حدیث حسن ہے۔

---

❶المقنع في علوم الحديث لابن الملقن سراج الدين أبو حفص عمر بن علي بن أحمد الشافعي المصري (المتوفى ۸۰۴) ج ۱ ص: ۸۶ ناشر دار فواز للنشر -السعودية ❷شرح سنن ابن ماجه لمغلطاي بن قليج الحنفي (المتوفى ۷۶۲) ج ۱ ص: ۲۸۷ ناشر مكتبة نزار مصطفى البازالمملكة العربية السعودية ❸شرح مسند أبي حنيفةلعلي بن (سلطان) محمد القاري (المتوفى ۱۰۱۴) ج ۱ ص: ۵۳۸ ناشر دار الكتب العلمية، بيروت - لبنان ❹تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعةعلي بن محمد الكناني (المتوفى ۹۶۳) ج ۲ ص: ۳۵۴ ناشر :دار الكتب العلمية -بيروت

۶-حضرت علامہ سندھی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۳۸) سے:

هَذَا الْإِسْنَادُ حَسَنٌ لِأَنَّ يَعْقُوبَ بْنَ حُمَيْدٍ مُخْتَلَفٌ فِيهِ①

یہ اسناد حسن ہے کیونکہ یعقوب بن حمید مختلف فیہ ہے۔

۷-قاضی شوکانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۵۰) سے:

وَإِسْنَادُهَا حَسَنٌ فِيهَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى وَهُوَ مُخْتَلَفٌ فِيهِ②

اوراس کی اسناد حسن ہے اس میں طلحۃ بن یحیٰ ہے اور وہ مختلف فیہ ہے۔

۸-عبید اللہ بن محمد المبارکپوری رحمہ اللہ (المتوفی ۱۴۱۴) سے:

إلا أنه مختلف فيه فحديثه حسن③.

یہ راوی مختلف فیہ ہے اس کی حدیث حسن ہے۔

۹-علی بن محمد الفاسی، ابن القطان رحمہ اللہ (المتوفی ۶۲۸) سے:

عبد الله بن مُحَمَّد بن عقيل، وَهُوَ مُخْتَلَف فِيهِ، ضعفه قوم بِسوء الْحِفْظ، فَالْحَدِيث من أَجله حسن④.

عبداللہ بن محمد بن عقیل وہ مختلف فیہ راوی ہے ایک قوم نے اس کو سئ الحفظ کہا ہے اس لیے اس کی حدیث حسن ہے۔

①حاشية السندى على سنن ابن ماجه لمحمد بن عبد الهادى السندى (المتوفى ۱۱۳۸) ص:۴۸۴ ناشر :دار الجيل -بيروت ②نيل الأوطار لمحمد بن على بن محمد بن عبد الله الشوكانى اليمنى (المتوفى ۱۲۵۰) ج۸ ص: ۲۸۱ ناشر دار الحديث، مصر ③مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح لابى الحسن عبيد الله بن محمد المباركفورى (المتوفى ۱۴۱۴) ج۲ ص: ۴۵۱ ناشر إدارة البحوث العلمية والدعوة والإفتاء - الجامعة السلفية -بنارس الهند ④بيان الوهم والإيهام فى كتاب الأحكام لعلى بن محمد الفاسى، ابن القطان (المتوفى ۶۲۸) ج ۴ ص:۷۹ ناشر :دار طيبة -الرياض

۱۰- جمال الدین عبداللہ بن یوسف الزیلعی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۶۲) سے:

وَأَبُو مَعْشَرٍ هَذَا مُخْتَلَفٌ فِيهِ، فَمِنْهُمْ مَنْ يُضَعِّفُهُ، وَمِنْهُمْ مَنْ يُوَثِّقُهُ، فَالْحَدِيثُ مِنْ أَجْلِهِ حَسَنٌ ❶

ابومعشر، یہ مختلف فیہ راوی ہے بعض محدثین نے اس کو ضعیف کہا ہے اور بعض اس کی توثیق کرتے ہیں اس لیے یہ حدیث حسن ہے۔

۱۱- أحمد بن أبی بکر البوصیری رحمہ اللہ (المتوفی ۸۴۰) سے:

هَذَا إِسْنَادٌ حَسَنٌ، شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ مُخْتَلَفٌ فِيهِ ❷

یہ سند حسن ہے کیونکہ شہر بن حوشب مختلف فیہ ہے۔

اشکال نمبر ۳- اور اس کا جواب

اس حدیث کے ایک مزید راوی عمارہ بن غزیہ ہیں جنہیں عقیلی اور ابن حزم نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (تہذیب التہذیب) ج ۸ ص: ۲۲۳) ❸

جواب: عمارہ بن غزیہ ثقہ راوی ہے۔ ثبوت ملاحظہ فرمائیں:

عُمَارَةُ بنُ غَزِيَّةَ بنِ الحَارِثِ الأَنْصَارِيُّ...... أَحَدُ الثِّقَاتِ...... قَالَ ابْنُ سَعْدٍ: ثِقَةٌ، كَثِيْرُ الحَدِيْثِ، وَاحْتَجَّ بِهِ مُسْلِمٌ وَاسْتَشْهَدَ بِهِ البُخَارِيُّ، وَأَمَّا ابْنُ حَزْمٍ فَضَعَّفَه، وَلَمْ يُصِبْ ❹

---

❶ نصب الراية لأحاديث الهداية لجمال الدين عبد الله بن يوسف الزيلعي (المتوفى ۷۶۲) ج ۴ ص: ۱۲۱ ناشر مؤسسة الريان للطباعة والنشر -بيروت ❷ إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة لابى العباس شهاب الدين أحمد بن أبى بكر البوصيرى (المتوفى ۸۴۰) ج ۱ ص: ۹۲ دار النشر دار الوطن للنشر، الرياض ❸ (ميزان عمر عائشه ص: ۹۶) ❹ سير اعلام النبلاء للذهبى (متوفى ۷۴۸) ج ۶ ص: ۱۳۹ ناشر مؤسسة الرسالة بيروت

علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں عمارہ بن غزیہ ثقہ راویوں میں سے ایک ہے۔ابن سعد نے کہا کہ یہ ثقہ اور کثیر الحدیث ہے۔اور ابن حزم نے اسے ضعیف قرار دیا ہے لیکن اس نے یہ غلط کیا ہے۔

قال أحمد وأبو زرعة ثقة وقال يحيى بن معين صالح وقال أبو حاتم ما بحديثه بأس كان صدوقا وقال النسائي ليس به بأس وقال محمد بن سعد كان ثقة كثير الحديث توفى سنة أربعين ومائة قلت وقال البرقاني عن الدارقطني لم يلحق عمارة بن غزية أنسا وهو ثقة وكذا قال الترمذي لم يلق أنسا وذكره بن حبان في الثقات في أتباع التابعين وقال العجلي أنصاري ثقة وذكره العقيلي في الضعفاء فلم يورد شيئا يدل على وهنه ...... لم يقل العقيلي فيه شيئا سوى قول بن عيينة جالسته كم من مرة فلم نحفظ عنه شيئا فهذا تغفل من العقيلي إذ ظن أن هذه العبارة تليين لا والله انتهى [1]

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ امام احمد نے اسے ثقہ کہا یحیٰ بن معین نے کہا کہ یہ صحیح راوی ہے، ابوحاتم نے کہا کہ اس کی حدیث میں کوئی خرابی نہیں ہے اور نسائی نے بھی اس طرح کہا اور محمد بن سعد نے اسے ثقہ کہا اسی طرح دارقطنی نے بھی ثقہ کہا، ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے، امام عجلی نے اس کو ثقہ کہا ہے البتہ عقیلی نے اس کو ضعیف کہا ہے لیکن عقیلی نے جو اس کے ضعیف ہونے پر کلام نقل کیا ہے وہ اس کے ضعیف ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔عقیلی نے یہ کلام نقل کیا ہے کہ ابن عیینہ نے کہا کہ میں اس کے ساتھ کئی مرتبہ بیٹھا لیکن اس سے حدیث یاد نہیں کی (تو یہ کلام اس کے ضعیف ہونے پر کیسے دلالت کرتا ہے؟) یہ عقیلی کی غفلت ہے کہ اس نے اس عبارت سے نتیجہ نکالا کہ عمارہ بن غزیہ

---

[1] **تهذيب التهذيب لابن حجر عسقلاني (متوفى ۸۵۲) ج۷ ص: ۴۲۲ -۴۲۳ ناشر دائرة المعارف النظامية الهند**

ضعیف ہے اللہ کی قسم یہ بات درست نہیں ہے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ عمارہ بن غزیہ جمہور محدثین کے ہاں ثقہ ہے اور ابن حزم کی جرح کو ذہبی نے غلط قرار دیا اور عقیلی کی جرح کو ابن حجر رحمہ اللہ نے قسم کھا کر غلط قرار دیا۔

فائدہ نمبر۴:-حضرت عائشہ سے نقل کرنے میں عروہ بن زبیر کی ابن ابی ملیکہ نے متابعت کی ہے

أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ رَاهَوَيْهِ، قَالَ :أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ،قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ وَهُوَ ابْنُ عَيَّاشٍ،عَنِ الْأَجْلَحِ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ،عَنْ عَائِشَةَ،أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ وَدَخَلَ بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ ❶

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کے ساتھ شادی کی تھی اس وقت ان کی عمر چھ سال اور جب رخصتی ہوئی تھی اس وقت ان کی عمر ۹ سال تھی۔

فائدہ نمبر۵:-حضرت عائشہ سے نقل کرنے میں عروہ بن زبیر کی یحی بن عبدالرحمٰن بن حاطب نے متابعت کی ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ زُرَارَةَ الْحَضْرَمِيُّ،حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو،عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَاطِبٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ،وَبَنَى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ.زَوَّجَهَا إِيَّاهُ أَبُو بَكْرٍ ❷

---

❶السنن الکبریٰ للنسائی لاحمد بن شعیب النسائی (متوفی ۳۰۳)ج۵ ص: ۱۶۹ ناشر مؤسسة الرسالة ❷مسند ابی یعلی لابی یعلی الموصلی (متوفی ۳۰۷) ج۸ ص: ۱۳۲ ناشر دار المأمون للتراث دمشق

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کے ساتھ شادی کی تھی اس وقت ان کی عمر چھ سال اور جب رخصتی ہوئی تھی اس وقت ان کی عمر ۹ سال تھی۔

فائدہ نمبر۶:-حضرت عائشہ سے نقل کرنے میں عروہ بن زبیر کی قاسم بن محمد نے متابعت کی ہے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْحَضْرَمِيُّ، ثنا الْحَسَنُ بْنُ سَهْلٍ الْحَنَّاطُ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْأَسَدِيُّ، ثنا سُفْيَانُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ :تَزَوَّجُتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ، وَبَنَى بِي وَأَنَا بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ❶

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شادی کی تھی اس وقت میری عمر چھ سال اور جب رخصتی ہوئی تھی اس وقت میری عمر ۹ سال تھی۔

فائدہ نمبر۷:-حضرت عائشہ سے نقل کرنے میں عروہ بن زبیر کی ملک بن عمیر نے متابعت کی ہے

حَدَّثَنَا أَبُو مُسْلِمٍ الْكَشِّيُّ، ثنا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ، ثنا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ،عَنْ عَائِشَةَ،قَالَت: أُعْطِيتُ خِصَالًا مَا أُعْطِيَتْهَا امْرَأَةٌ مَلَكَنِي وَأَنَا بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ، وَأَتَاهُ الْمَلَكُ بِصُورَتِي فِي كَفِّهِ فَنَظَرَ إِلَيْهَا، وَبَنَى بِي وَأَنَا بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ❷

❶المعجم الكبير لسليمان بن احمد الطبراني (متوفى ۳۶۰)ج۲۳ ص: ۲۲ ناشر دار الحرمين –القاهره ❷المعجم الكبير لسليمان بن احمد الطبراني (متوفى ۳۶۰)ج۲۳ ص: ۲۹ ناشر دار الحرمين –القاهره

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہ کہتی ہیں مجھے کچھ ایسی خصلتیں دی گئی ہیں اتنی خصلتیں کسی اور عورت کو نہیں دی گئیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے مالک ہوئے جب میری عمر ۶ سال تھی اور فرشتہ میری تصویر لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ نے اس کو دیکھا اور میرے ساتھ رخصتی فرمائی جب میری عمر ۹ سال تھی۔

حدیث نمبر۲-حضرت عبداللہ بن مسعود سے:

حَـدَّثَنا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ: حَدَّثَنا أَبُو أَحْمَدَ قَالَ: حَدَّثَنا إِسْرَائِيلُ،عَنْ أَبِـي إِسْحَاقَ،عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ،عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ :تَـزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّـمَ عَائِشَةَ وَهِيَ بِنْتُ سَبْعٍ، وَبَنَى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ، وَتُوُفِّيَ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانِي عَشْرَةَ سَنَةً ❶

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی تھی اس وقت ان کی عمر ۷ سال اور جب رخصتی فرمائی تھی اس وقت ان کی عمر ۹ سال تھی۔

عبداللہ بن مسعود کی روایت پر اشکالات وجوابات

اشکال نمبر ۱-اور اس کا جواب

صاحب میزان لکھتا ہے:

اس روایت کے پہلے راوی قتیبہ نے لیث سے جمع بین الصلاتین کی روایت بیان کی حالانکہ لیث کی وفات ۱۷۱ھ میں ہو چکی تھی جب لیث بہت کم عمر تھے لہٰذا حاکم نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے قتیبہ پر سند میں غلط بیانی کا بھی الزام ہے (تہذیب التہذیب) ❷

❶ سنن ابن ماجة لمحمد بن یزید القزوینی (متوفی ۲۷۳) ج ۱ ص: ۶۰۴ ناشر دار احیاء التراث العربی بیروت ❷ (میزان عمر عائشہ ص: ۶۵)

جواب: قارئین کرام ہم نے اوپر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ابن ماجہ سے پوری سند کے ساتھ نقل کر دی ہے آپ بار بار اس سند کو دیکھیں کہ کیا اس سند میں قتیبہ راوی کا کوئی وجود بھی ہے؟ جب قتیبہ کا اس سند میں کوئی وجود تک نہیں تو قتیبہ پر کلام کرنے سے صاحب میزان کو کیا حاصل ہوا؟

اشکال نمبر۲ - اور اس کا جواب

صاحب میزان لکھتا ہے:

ابو اسحاق سبیعی کوفی: ان کا نام عمرو بن عبداللہ ہے۔ حضرت علی اور مغیرہ بن شعبہ سے روایت کرتے ہیں حالانکہ ان سے سماع ثابت نہیں۔ جوزجانی کا قول ہے کہ اہل کوفہ کی احادیث کو بگاڑنے والے اعمش اور ابو اسحاق ہیں۔ اپنی روایت کو معتبر بنانے کی خاطر ابوعبیدہ کے حوالے سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں حالانکہ یہ ان کے بیٹے ابوعبیدہ کے ہم عمر تھے اور دونوں نے عبداللہ بن مسعود سے کچھ نہ سنا۔ شاید یہ روایت میں اعتبار پیدا کرنے کے لیے ابوعبیدہ کو سند میں شامل کر لیا گیا۔ ابو اسحاق کا مسلکی تعصب بھی اس روایت کو مجروح بنا دیتا ہے۔ (1)

جواب: یہ کہنا کہ (ابو اسحاق حضرت علی اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں حالانکہ ان سے سماع ثابت نہیں۔) غلط بیانی ہے محدثین نے صاف لکھا ہے کہ ابو اسحاق نے حضرت علی کو دیکھا ہے اور مغیرہ بن شعبہ سے بھی سنا ہے۔ چنانچہ حضرت علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَالَ سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ: رَأَيْتُ عَلِيّاً رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَبْيَضَ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ...... وَبِهِ: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلاَنَ: سَمِعْتُ أَبَا أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيَّ يَقُوْلُ: لَقِيَ أَبُو إِسْحَاقَ مِنَ الصَّحَابَةِ: عَلِيّاً، وَابْنَ عَبَّاسٍ وَابْنَ عُمَرَ، وَمُعَاوِيَةَ، وَعَدِيَّ

(1) (میزان عمر عائشہ ص: ۹۵)

بـنَ حَـاتِـمٍ، وَالبَـرَاء ،وَزَيْـدَ بـنَ أَرْقَـمَ، وَجَابِرَ بنَ سَمُرَةَ، وَحَارِثَةَ بنَ وَهْبٍ، وَحُبْشِـيَّ بـنَ جُـنَـادَةَ، وَأَبَا جُحَيْفَةَ وَالنُّعْمَانَ بنَ بَشِيْرٍ،وَسُلَيْمَانَ بنَ صُرَدٍ، وَعَبْـدَ الـلّـهِ بـنَ يَـزِيْدَ،وَجَرِيْرَ بنَ عَبْدِ اللهِ وَذَا الجَوْشَنِ، وَعُمَارَةَ بنَ رُوَيْبَةَ، وَالأَشْـعَـثَ بنَ قَيْسٍ، وَالمُغِيْرَة ......قَـالَ أَحْمَدُ بنُ عَبْدَةَ :سَـمِعْتُ أَبَا دَاوُدَ الطَّيَالِسِيَّ يَقُوْلُ...... وَأَبُو إِسْحَاقَ أَعْلَمَهُم بِحَدِيْثِ عَلِيٍّ وَابْنِ مَسْعُوْد ❶

ابواسحاق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے اس حال میں کہ حضرت کا سر اور داڑھی مبارکہ سفید تھی۔ نیز ابواحمد الزبیری کہتے ہیں کہ ابواسحاق نے صحابہ کرام میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ....مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی ہے۔اور ابوداؤد طیالسی کہتے ہیں کہ ابواسحاق حضرت علی اور عبداللہ بن مسعود کی حدیث کو ان سب سے زیادہ جانتے ہیں۔

اور جہاں تک تعلق اس بات کا کہ (جوزجانی کا قول ہے کہ اہل کوفہ کی احادیث کو بگاڑنے والے اعمش اور ابواسحاق ہیں۔) تو اس جیسے قول کو علامہ ذہبی رحمہ اللہ رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَقَالَ جَرِيْرٌ،عَنْ مُغِيْرَةَ :مَـا أَفسَدَ حَدِيْثَ أَهْلِ الكُوْفَةِ غَيْرُ أَبِي إِسْحَاقَ وَالأَعْـمَشِ قُلْتُ :لاَ يُسْـمَـعُ قَـوْلُ الأَقـرَانِ بَعْضُهُم فِي بَعْضٍ، وَحَدِيْثُ أَبِي إِسْحَاقَ مُحْتَجٌّ بِهِ فِي دَوَاوِيْنِ الإِسْلاَمِ ❷

مغیرہ نے کہا کہ اہل کوفہ کی حدیث کو ابواسحاق اور اعمش نے فاسد کر دیا۔ میں کہتا ہوں کہ ہم عمروں کا قول اپنے ہم عمر کے حق میں نہیں سنا جائے گا کیونکہ ابواسحاق کی حدیث اہل اسلام کے تمام علاقوں میں حجت سمجھی جاتی ہے۔

❶سیر اعلام النبلاء للذهبی (متوفی ۷۴۸ھ) ج۵ ص: ۴۴۱ ناشر مؤسسة الرسالة

❷سیر اعلام النبلاء للذهبی (متوفی ۷۴۸ھ) ج۵ ص: ۳۹۹ ناشر مؤسسة الرسالة

نیز محدثین نے ابواسحاق کی روایات کو اپنی کتابوں میں صحیح کہا ہے:

ابواسحاق کی حدیث صحیح ہے

۱-حضرت علامہ ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸) سے:

علامہ ذہبی اس روایت کے بارے میں جس کی سند میں ابواسحاق ہے فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند مضبوط ہے۔اصلی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

إسرائيل عن أبي إسحاق عن عبد الرحمن بن يزيد عن ابن مسعود رضي الله عنه قال أقرأني رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم :أني أنا الرزاق ذو القوة المتين"إسناده قوي ❶

۲-علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۵) سے:

علامہ بدرالدین عینی اس روایت کے بارے میں جس کی سند میں ابواسحاق ہے فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند صحیح ہے۔اصلی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

هَذَا التَّعْلِيق رَوَاهُ عبد بن حميد الْكَجِّي فِي (تَفْسِيره)بِسَنَد صَحِيح عَن عبيد الله بن مُوسَى عَن إِسْرَائِيل عَن أبي إِسْحَاق عَن سعيد بن جُبَير عَن ابْن عَبَّاس ❷

۳-شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۲۹) سے:

عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ الْكَشِّيُّ فِي مُسْنَدِهِ أَنْبَأَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى قَالَ أَنْبَأَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ قال أمرنا رسول الله أَنْ نَنْطَلِقَ مَعَ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ إِلَى أَرْضِ النَّجَاشِيِّ...... قُلْتُ

❶تذكرة الحفاظ للذهبي (متوفى ۷۴۸)ج ۱ ص:۲۸۶ ناشر دار الكتب العلمية ❷عمدة القارى لبدر الدين عينى (متوفى ۸۵۵)ج۷ ص:۱۹۰ ناشر دار احياء التراث العربى بيروت

هَذَا حَدِيثٌ إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ ❶

اور جہاں تک تعلق ہے اس بات کا کہ ابوعبیدہ کا اپنے والد عبداللہ بن مسعود سے سماع ثابت نہیں تو یہ بھی محل نظر ہے۔ کیونکہ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَأما قَول هَذَا الْقَائِل لكَون أبي عُبَيْدَة لم يسمع من أَبِيه فمردود بِمَا ذكر فِي المعجم الْأَوْسَط للطبراني من حَدِيث زِيَاد بن سعد عَن أبي الزبير قَالَ حَدثنِي يُونُس بن عتاب الْكُوفِي سَمِعت أَبَا عُبَيْدَة بن عبد الله يذكر أَنه سمع أَبَاهُ يَقُول كنت مَعَ النَّبِي عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام فِي سفر الحَدِيث❷

قائل کا یہ کہنا کہ ابوعبیدہ نے اپنے والد سے نہیں سنا یہ قول مردود ہے اور اس قول کے مردود ہونے پر دلیل المعجم الاوسط للطبرانی کی روایت ہے جس میں صاف لکھا ہے کہ ابوعبیدہ خود کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے یہ حدیث سنی ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں ایک اشکال پیدا ہوسکتا ہے کہ حضرت عائشہ کی حدیث میں تو یوں تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ نکاح کیا تو اس وقت ان کی عمر چھ ٦ سال تھی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اس وقت اس کی عمر ۷ سال تھی یہ تو تعارض ہے؟

جواب. یہاں کوئی تعارض نہیں ۔حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اسی وہم کو دفع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أنّ النبي صلّى اللّه عليه وآله وسلّم تزوجها وهي بنت ست، وقيل

❶عون المعبود لشمس الحق عظیم آبادی (متوفی ۱۳۲۹)ج ۱۱ ص:۲۸۸ ناشر دار الکتب العلمیة بیروت ❷عمدة القاری لبدر الدین عینی (متوفی ۸۵۵)ج۲ ص: ۳۰۲ ناشر دار احیاء التراث العربی بیروت

سبع، ويجمع بأنها كانت أكملت السّادسة ودخلت فى السّابعة ودخل بها وهى بنت تسع❶

کہ دونوں باتوں یعنی ٦-٧ میں کوئی تعارض نہیں اس لیے کہ ہوا یوں ہوگا کہ ٦ سال پورے ہوئے ہونگے اور ساتویں میں شروع ہوئی ہونگی تو خود اپنی عمر اس وقت ٦ سال بتا رہی ہیں کیونکہ اس وقت پورے ٦ سال ہوئے تھے اور چونکہ ساتویں میں شروع ہو چکی تھیں اس لیے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ ان کی عمر کو ٧ سال سے تعبیر کرتے ہیں۔

اور جہاں تک تعلق ہے یوں کہنے کا کہ (اپنی روایت کو معتبر بنانے کی خاطر ابوعبیدہ کے حوالے سے عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں) تو یہ محض ایک ثقہ راوی پر تہمت ہے اور ثقہ راوی پر بغیر کسی محدث کے حوالے کے جھوٹ کی تہمت لگانا انکار حدیث کا دروازہ کھولنا ہے۔ اعاذنا اللّٰہ منه

حدیث نمبر ٣- حضرت عائشہ صدیقہ سے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ،أَوْ خَيْبَرَ وَفِي سَهْوَتِهَا سِتْرٌ، فَهَبَّتْ رِيحٌ فَكَشَفَتْ نَاحِيَةَ السِّتْرِ عَنْ بَنَاتٍ لِعَائِشَةَ لُعَبٍ،فَقَالَ: مَا هَذَا يَا عَائِشَةُ؟ قَالَت بَنَاتِي، وَرَأَى بَيْنَهُنَّ فَرَسًا لَهُ جَنَاحَانِ مِنْ رِقَاعٍ، فَقَالَ: مَا هَذَا الَّذِي أَرَى وَسْطَهُنَّ؟ قَالَتْ فَرَسٌ، قَالَ: وَمَا هَذَا الَّذِي عَلَيْهِ؟ قَالَتْ: جَنَاحَانِ، قَالَ فَرَسٌ لَهُ جَنَاحَانِ؟ قَالَتْ:أَمَا سَمِعْتَ أَنَّ لِسُلَيْمَانَ خَيْلًا لَهَا أَجْنِحَةٌ؟ قَالَتْ :فَضَحِكَ حَتَّى رَأَيْتُ نَوَاجِذَهُ❷

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ

---

❶الاصابة فى تمييز الصحابة لابن هجر عسقلانى (متوفى ٨٥٢)ج٨ ص: ٢٣٢ ناشر دار الكتب العلمية بيروت ❷سنن ابى داؤد لسليمان بن الاشعث(متوفى ٢٧٥)ج٤ ص:٢٨٣ ناشر المكتبة العصرية بيروت

تبوک یا غزوہ خیبر سے واپس تشریف لائے تو طاقچہ پر ایک پردہ لٹکا ہوا تھا جب ہوا چلی تو پردہ کا ایک کنارہ کھل گیا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کھیلنے کی گڑیاں نظر آنے لگیں تو آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ میری گڑیاں ہیں اور آپ نے ان گڑیوں کے درمیان ایک گھوڑا دو پروں والا دیکھا کترنوں کا بنا ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں ان کے درمیان کیا دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے کہا کہ گھوڑا ہے آپ نے فرمایا کہ اس کے اوپر کیا ہے؟ میں نے کہا کہ دو پر ہیں آپ نے فرمایا کہ گھوڑے کے پر ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ کیا آپ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ایسا گھوڑا تھا جس کے پر تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر کھل کھلا کر ہنس پڑے یہاں تک کہ میں نے آپ کے نواجذ (ڈاڑھیں) دیکھ لیں۔

قارئین کرام یہ غزوہ خیبر یا غزوہ تبوک کا واقعہ ہے غزوہ خیبر کا واقعہ سن ۷ ہجری میں پیش آیا اور غزوہ تبوک کا واقعہ سن ۹ ہجری میں پیش آیا سن ۷ ہجری کے رو سے ہمارے نزدیک حضرت عائشہ کی عمر ۱۳-۱۴ سال بنتی ہے اور صاحب میزان کے ہاں ۲۳-۲۴ سال بنتی ہے تو آپ انصاف سے فیصلہ کریں کہ گڑیوں کے ساتھ کھیلنا ۱۳-۱۴ سال کی لڑکی کا حال ہوسکتا ہے یا ۲۳-۲۴ سال کی لڑکی کا؟

ایک اشکال اور اس کا جواب

صاحب میزان لکھتا ہے:

متعدد روایات میں سیدہ عائشہ کی سہیلیوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو مدینہ میں شادی کے بعد تک ان سے گڑیاں کھیلنے آیا کرتی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر چھپ جاتی تھیں ایسی روایات درحقیقت قیام مکہ کے اس دور سے متعلق ہیں جب سیدہ عائشہ حقیقتاً کم سن تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح شام ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں جایا کرتے تھے ہمارے راویوں نے تلفیق کے عمل سے دو مختلف ادوار کے واقعات کو ملا کر سیدہ عائشہ کی کم عمری کے

متعلق رنگ آمیزی کی ہے امام زہری نے انتہائی کوشش کی کہ مدینہ کی بستی سے سیدہ عائشہ کی کسی ایک سہیلی کا پتہ مل جائے لیکن وہ ناکام رہے ایسی سہیلیاں ہوتیں تو انہوں نے ضرور فخریہ انداز میں اپنے بچوں کو بتایا ہوتا کہ وہ سیدہ عائشہ کی ہم جولیاں رہی ہیں لیکن نہ تو کسی ایسی عمر رسیدہ عورت کا سراغ ملا اور نہ ہی مدینہ کی بستی میں کسی بھی عورت نے اپنی دادی، نانی سے اس واقعہ کی تصدیق کی اگر ایسی کسی سہیلی کا وجود ہوتا تو وہ تاریخ کا حصہ بن جاتی۔ ❶

جواب: لگتا یہ ہے کہ صاحب میزان اللہ پاک کا خوف نہیں رکھتے ہیں کہ وہ بخاری مسلم کے راویوں پر بغیر کسی محدث کے قول کے جرح کرتے جارہے ہیں کبھی تو بخاری کے راویوں کے متعلق کہتے ہیں کہ انہوں نے اس کے عوض حکمران وقت سے مالی فوائد بھی حاصل کیے ہوں۔ (دیکھیے میزان عمر عائشہ ص:۹۹) یعنی انہوں نے دنیا کے مال حاصل کرنے کی خاطر جھوٹی احادیث بنائیں (اور یہاں کہہ رہے ہیں کہ انہوں مکہ مکرمہ کے واقعات کو مدینہ کے واقعات کر کے پیش کیا یوں سیدہ عائشہ کی کم عمری کے متعلق رنگ آمیزی کی) قارئین کرام ذرا غور فرمائیں کیا اس دور کے راوی مکہ اور مدینہ کے واقعات میں تمیز نہیں کر سکتے تھے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ چودہ سو سال بعد آنے والے شخص کو ایسی تمیز کہاں سے حاصل ہوئی؟ نیز امام زہری کے متعلق کہا کہ (امام زہری نے انتہائی کوشش کی کہ مدینہ کی بستی سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کسی ایک سہیلی کا پتہ مل جائے لیکن وہ ناکام رہے) میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کو کس نے بتایا کہ امام زہری نے مدینہ کی سہیلیوں کے نام معلوم کرنے کی کوشش کی اور وہ ناکام ہوگئے کیا آپ اس زمانے میں موجود تھے؟ نیز آپ بھی ان الفاظ کے ساتھ کہ (ایسی روایات درحقیقت قیام مکہ کے اس دور سے متعلق ہیں جب سیدہ عائشہ حقیقتاً کم سن تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح شام ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں جایا کرتے تھے۔) تسلیم کر چکے ہو کہ بلاشبہ مکہ مکرمہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے

❶ (میزان عمر عائشہ ص:۸۸)

ساتھ سہیلیاں کھیلا کرتی تھی تو آپ ان سہیلیوں کے نام بتائیے کہ وہ کون تھیں؟ آپ نے کہا کہ اگر ایسی سہیلیاں موجود ہوتیں تو تاریخ کا حصہ بنتیں تو مکہ والی سہیلیاں تاریخ کا حصہ کیوں نہیں بنیں؟ اس سلسلے میں جو آپ کا جواب ہوگا وہی ہمارا جواب ہوگا۔

حدیث نمبر۴- حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے:

وَقَالَتْ بَرِيرَةُ :إِنْ رَأَيْتُ عَلَيْهَا أَمْرًا أَغْمِصُهُ أَكْثَرَ مِنْ أَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ [1]

واقعہ افک کے موقع پر حضرت بریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ عائشہ کمسن لڑکی ہے۔

قارئین کرام واقعہ افک سن پانچ ہجری میں پیش آیا ہمارے حساب کے مطابق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر بارہ یا تیرہ سال ہونی چاہیے اور صاحب میزان کے حساب کے مطابق ۲۲ یا ۲۳ سال ہونی چاہیے اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ کمسن لڑکی کا لفظ بارہ یا تیرہ سال کی عمر والی لڑکی پر صادق آتا ہے یا ۲۲ اور ۲۳ سال کی لڑکی پر؟

---

[1] صحیح البخاری لمحمد بن اسماعیل البخاری ج ۱ ص:۱۸ ناشر دار طوق النجاۃ

باب ثانی

فریق مخالف کے کچھ شبہات اور ان کا رد

شبہ نمبر ا - اور اس کا جواب

صاحب میزان لکھتا ہے:

قرآن مجید کے مطابق نکاح صرف نساء (بالغ عورتوں) سے جائز ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب اور مہذب اقوام میں شادی کا مقصد افزائش نسل ہی سمجھا جاتا ہے۔ اسی لیے شادی صرف بالغ مرد اور بالغ عورت کی ہوتی ہے۔ بالغ عورت کے لیے قرآن مجید میں نہ صرف نساء کا لفظ استعمال کیا گیا ہے بلکہ ایک پوری سورت ''النساء'' کے نام سے ہے۔ اسی سورت کی تیسری آیت میں فرمان الٰہی ہے [فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ] (ان میں سے اپنی پسند کی عورتوں سے نکاح کرلو) اللہ تعالیٰ نے نکاح کے لیے صبیۃ، طفلۃ، الجاریۃ، یا مراہقہ (کم سن نابالغ اور قریب البلوغ لڑکیوں کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس آیت میں لفظ نساء کے استعمال سے کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہنا چاہیے کہ نکاح صرف بالغ عورتوں سے ہی جائز ہے۔ (1)

جواب: بلاشبہ نکاح کا مقصد نسل کا بڑھاؤ ہے لیکن صغیرہ کے ساتھ نکاح کرنا نسل کے بڑھاؤ کے منافی نہیں ہے کیونکہ صغیرہ سے بھی بلوغت کے بعد اولاد پیدا ہوگی۔ رہی یہ بات کہ اللہ پاک نے فرمایا نساء سے نکاح کرو تو اس کا یہ مطلب کہاں ہے کہ صغیرہ سے نکاح نہیں کرو۔ یاد رہے کہ یہاں نساء سے مراد محض مؤنث ہے قطع نظر اس سے کہ وہ صغیرہ ہے یا بالغہ ہے۔ کیونکہ اگر نساء سے مراد بالغ عورتیں ہو تو قرآن کریم میں ہے [وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا] سورہ نساء

(1) (میزان عمر عائشہ ص:۱۰۳)

آیت نمبر ۷(ترجمہ:اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور قریب ترین رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، چاہے وہ (ترکہ) تھوڑا ہو یا زیادہ، یہ حصہ (اللہ کی طرف سے) مقرر ہے۔) تو صاحب میزان کے اصول کے مطابق آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوگا کہ میراث صرف بالغ عورتوں کے لیے ہے صغیرہ بچیوں کے لیے میراث میں کوئی حق نہیں تو جس طرح یہ مطلب ممکن ہی نہیں تو پہلی آیت میں بھی نساء کے لفظ سے صغیرہ کی نفی ممکن نہیں۔

نیز قرآن کریم میں یہ بھی ارشاد ہے:[وَإِذْ نَجَّيْنَاكُمْ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ] سورہ بقرہ آیت نمبر ۴۹ (ترجمہ:اور وہ (وقت یاد کرو) جب ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے نجات دی جو تمہیں بڑا عذاب دیتے تھے تمہارے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے) تو اب صاحب میزان کے اصول کے مطابق آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ فرعونی تمہاری عورتوں کو تو چھوڑ دیتے تھے لیکن صغیرہ بچیوں کو ذبح کرتے تھے ظاہر ہے یہ مطلب باطل ہے اسی طرح پہلی آیت میں بھی کہ عورتوں سے نکاح کرو بچیوں سے نہیں کرو یہ مطلب باطل ہے۔

شبہ نمبر ۲- اور اس کا جواب

صاحب میزان لکھتا ہے:

امام ابوحنیفہ (متوفی ۱۵۰) کے ہم عصر قاضی ابن شبرمہ نے جن کا شمار کبار فقہاء میں ہوتا ہے مندرجہ بالا آیت ہی سے استدلال کرتے ہوئے لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی کی عمر ۱۸ اور ۱۶ سال مقرر فرمائی ہے نامور فقیہ ابو بکر الاصم نے بھی اپنے فتاویٰ میں یہی فتویٰ دیا ہے۔ شمس الائمۃ علامہ سرخسی نے تحریر کیا ہے کہ ابن شبرمہ اور ابو بکر الاصم کہتے ہیں کہ صغیر اور صغیرہ (نابالغ لڑکے اور لڑکی) کا نکاح نہیں ہوسکتا حتی کہ وہ بالغ ہو جائیں اگر بلوغت سے پہلے نکاح جائز ہوتا تو قرآن کریم میں [حَتَّى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ] کے الفاظ بے فائدہ ہو جاتے ہیں۔ کتاب المبسوط ج ۴ ص:۱۹۳ مطبوعہ مصر) شیخ الاسلام امام احمد بن علی رازی

جصاص نے جو فقہاء حنفیہ میں سے ہیں قاضی ابن شبرمہ اور ابوبکر الاصم کا قول تحریر کیا ہے کہ نابالغوں کا نکاح اگر ان کے آباء کر دیں تو وہ جائز نہیں ہوتا اور ابوبکر الاصم کا مذہب بھی یہی ہے۔(احکام القرآن ج ۲ ص:٦٤)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ نابالغ بچیوں سے نکاح اور جنسی مقاربت کو جائز قرار دینے والے معدود چند حضرات کے سوا کوئی بھی سلیم الفطرت شخص اس فعل کو از روئے قرآن اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم درست نہیں سمجھتا۔ ❶

جواب: قرآن کریم کے رو سے نابالغ لڑکیوں سے نکاح جائز ہے۔اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

وَاللَّائِی یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیضِ مِنْ نِسَائِکُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِی لَمْ یَحِضْنَ (سورہ طلاق آیت ۴)

اور تمہاری عورتوں میں سے جو ماہواری آنے سے مایوس ہو چکی ہوں اگر تمہیں (ان کی عدت کے بارے میں) شک ہو تو (یاد رکھو کہ) ان کی عدت تین مہینے ہے۔اور ان عورتوں کی (عدت) بھی (یہی ہے) جنہیں ابھی ماہواری آئی ہی نہیں۔

اللہ پاک اس آیت کریمہ میں ارشاد فرما رہے ہیں کہ وہ عورتیں جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں ان کی عدت تین مہینے ہے اور وہ جن کو حیض نہیں آیا ہے ان کی عدت بھی تین مہینے ہے۔تو وہ جن کو حیض نہیں آیا ہے ظاہر ہے وہ صغیرہ ہی ہیں جن کو حیض نہیں آتا ہے تو اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ صغیرہ پر بھی عدت ہے اور ظاہر ہے کہ عدت نکاح کے بغیر متصور نہیں تو معلوم ہوا کہ صغیرہ کے ساتھ نکاح جائز ہے تب تو اللہ پاک ان پر عدت کو واجب قرار دے رہے ہیں۔

نیز شمس الائمہ سرخسی بھی اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے صغیرہ کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دے رہے ہیں۔چنانچہ حضرت لکھتے ہیں:

❶ (میزان عمر عائشہ ص:٦١)

وَحُجَّتُنَا قَوْله تَعَالَی (وَاللَّائِی لَمْ یَحِضْنَ)بَیَّنَ اللَّهُ تَعَالَی عِدَّةَ الصَّغِیرَةِ وَسَبَبُ الْعِدَّةِ شَرْعًا هُوَ النِّکَاحُ، وَذَلِکَ دَلِیلُ تَصَوُّرِ نِکَاحِ الصَّغِیرَةِ وَالْمُرَادُ بِقَوْلِهِ تَعَالَی (حَتَّی إذَا بَلَغُوا النِّکَاحَ)الِاحْتِلَامُ، ثُمَّ حَدِیثُ عَائِشَةَ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهَا نَصٌّ فِیهِ، وَکَذَلِکَ سَائِرُ مَا ذَکَرْنَا مِنْ الْآثَارِ فَإِنَّ قُدَامَةَ بْنَ مَظْعُونٍ تَزَوَّجَ بِنْتَ الزُّبَیْرِرَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ یَوْمَ وُلِدَتْ وَقَالَ إنْ مِتُّ فَهِیَ خَیْرُ وَرَثَتِی،وَإِنْ عِشْتَ فَهِیَ بِنْتُ الزُّبَیْرِ،وَزَوَّجَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ بِنْتًا لَهُ صَغِیرَةً مِنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِرَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ وَزَوَّجَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ بِنْتَ أَخِیهِ ابْنَ أُخْتِهِ وَهُمَا صَغِیرَانِ وَوَهَبَ رَجُلٌ ابْنَتَهُ الصَّغِیرَةَ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَسَنِ فَأَجَازَ ذَلِکَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ وَزَوَّجَتْ امْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ بِنْتًا لَهَا صَغِیرَةً ابْنًا لِلْمُسَیِّبِ بْنِ نُخْبَةَ فَأَجَازَ ذَلِکَ عَبْدُ اللَّهِ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ وَلَکِنْ أَبُو بَکْرٍ الْأَصَمِّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَی کَانَ أَصَمَّ لَمْ یَسْمَعْ هَذِهِ الْأَحَادِیثَ ❶

اور ہماری دلیل اللہ پاک کا فرمان (وَاللَّائِی لَمْ یَحِضْنَ) ہے وہ اس طرح کہ اللہ پاک نے اس آیت میں صغیرہ کی عدت کا بیان فرمایا ہے اور عدت کا سبب نکاح ہے تو اس سے معلوم ہوگیا کہ صغیرہ کا نکاح جائز ہے تب تو اس پر عدت واجب ہورہی ہے۔ اور آیت کریمہ میں نکاح سے مراد بلوغت ہے۔ نیز حضرت عائشہ صدیقہ کی حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کے ساتھ نکاح کیا تھا تو اس وقت اس کی عمر چھ سال اور جب رخصتی ہوئی تھی تو اس وقت ان کی عمر ۹ سال تھی۔ اسی طرح صحابہ و تابعین کے آثار مثلا حضرت قدامہ بن مظعون نے زبیر کی بیٹی کے ساتھ ولادت کے دن نکاح کیا تھا اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صغیرہ بیٹی کا نکاح عروہ بن زبیر کے ساتھ کیا اور

❶ المبسوط لشمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی (متوفی ۴۸۳) ج ۴ ص: ۲۱۲ ناشر دار المعرفۃ بیروت

عروہ بن زبیر نے اپنے صغیرہ بھتیجی کا نکاح اپنے صغیر بھانجے کے ساتھ کرایا اور ایک شخص نے اپنی صغیرہ بیٹی عبداللہ بن الحسن کو دے دی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو جائز قرار دیا اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی گھر والی نے اپنی چھوٹی بچی کا نکاح مسیّب بن نخبہ کے ساتھ کرایا تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس نکاح کو جائز رکھا لیکن ابوبکر الاصم اصم یعنی بہرہ تھا اس نے یہ احادیث سنی ہی نہیں اس لیے نکاح صغیرہ کو ناجائز قرار دیا۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

عربی لغات کے مطابق [لم یحضن] کی ترکیب میں نابالغ لڑکیاں جنہیں حیض نہ آیا ہو شامل ہی نہیں ہوسکتیں۔ عربی زبان کے مطابق ''لم'' کا لفظ کسی امر کی مطلق نفی کے لیے استعمال ہوتا ہے جو کہ وقوع پذیر ہو چکا ہو یعنی وہ عورتیں جنہیں حیض آیا ہی نہیں یا کسی عارضے کے باعث مستقلاً بندش حیض ہو چکی ہے، لم کا لفظ گرائمر کی رو سے نفی جحد بلم یعنی مطلق نفی ہے جیسے کہ [لم یلد و لم یولد] اس کے مقابلے میں دوسرا لفظ لما ہے لما کا مطلب وقتی نفی ہے یعنی تا حال کوئی امر وقوع پذیر نہیں ہوا لیکن مستقبل میں اس کے ہونے کا امکان ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے پیش نظر غیر حائضہ نابالغ لڑکیوں کا ذکر ہوتا تو آیت کے الفاظ یوں ہوتے [وَاللَّائِي لَمَّا يَحِضْنَ] کیونکہ سن بلوغت کو پہنچنے پر اگر انہیں کوئی عارضہ لاحق نہ ہو تو حیض آنے کا روشن امکان ہے۔ [1]

اشکال کی وضاحت:

کہنا یہ چاہتا ہے کہ [لم یحضن] سے مراد صغیرہ لڑکیاں نہیں ہوسکتیں البتہ [لم یحضن] سے مراد وہ عورتیں ہیں جو بلوغت کی عمر کو پہنچ چکی ہیں لیکن ان کو کسی عارضے کی وجہ سے حیض نہیں آرہا یہ اس لیے کہ ''لم'' مطلق نفی کے لیے آتا ہے تو اس کے مطابق مطلب یہ ہوگا کہ جن عورتوں کو کبھی بھی کسی عذر کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو ان کی عدت تین مہینے

[1] (میزان عمر عائشہ ص:٦٦)

ہے۔جیسے[لم یلد ولم یولد] کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی اولاد کبھی بھی نہیں ہوسکتی اسی طرح اس آیت کا مطلب بھی یہی ہوگا کہ جن کو کبھی بھی حیض نہ آسکتا ہو۔ہاں اگر یہاں [لم] کی جگہ [لما] ہوتا تو اس سے صغیرہ لڑکیاں مراد ہوسکتی تھیں کیونکہ [لما] وقتی نفی کے لیے آتا ہے یعنی جن کو ابھی تک حیض نہیں آیا ہو تو اس سے مراد صغیرہ ہوتیں لیکن چونکہ یہاں [لما] کا لفظ نہیں اس لیے اس آیت کریمہ میں صغیرہ لڑکیاں مراد نہیں ہوسکتیں۔

جواب اولاً:

کبھی کبھار [لما] کی جگہ [لم] واقع ہوتا ہے اس وقت [لم] بمعنی [لما] کے ہوتا ہے جیسے کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَلا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلا هُمْ يَحْزَنُونَ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ (سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۶۹ تا ۱۷۱)

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے (شہید) بھائیوں کے بارے میں بیٹھے بیٹھے یہ باتیں بناتے ہیں کہ اگر وہ ہماری بات مانتے تو قتل نہ ہوتے، کہہ دو کہ: اگر تم سچے ہو تو خود اپنے آپ ہی سے موت کو ٹال دینا۔اور (اے پیغمبر) جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل ہوئے ہیں، انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا، بلکہ وہ زندہ ہیں، انہیں اپنے رب کے پاس رزق ملتا ہے۔اللہ نے ان کو اپنے فضل سے جو کچھ دیا ہے وہ اس پر مگن ہیں، اور ان کے پیچھے جو لوگ ابھی ان کے ساتھ (شہادت میں) شامل نہیں ہوئے، ان کے بارے میں اس بات پر بھی خوشی مناتے ہیں کہ (جب وہ ان سے آکر ملیں گے تو) نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔وہ اللہ کی نعمت اور فضل پر بھی خوشی مناتے ہیں اور اس بات پر بھی کہ اللہ مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ پاک فرماتے کہ وہ شہداء اپنے ان ساتھیوں کے متعلق بھی

خوش ہوتے ہیں جو ابھی تک ان کے ساتھ نہیں ملے ہیں تو صاحب میزان کے اصول کے مطابق یہاں مطلب یہ ہوگا کہ یہ شہداء اپنے ان ساتھیوں کے متعلق خوش ہوتے ہیں جو ان کے ساتھ کبھی بھی نہیں ملیں گے اور یہ مطلب باطل ہے تو ''لم یحضن'' کا یہ مطلب بیان کرنا (کہ جن کو کبھی حیض نہیں آ سکتا) باطل ہے۔ لہذا اس سے صرف یہ معذور عورتیں مراد نہیں بلکہ صغیرہ بھی ہیں۔ یعنی آیت کا مطلب یہ ہے کہ جن کو حیض نہیں آیا برابر کہ صغر کی وجہ سے یا آیسہ ہونے کی وجہ سے تو ان کی عدت تین مہینے ہے۔

جواب ثانیا:

ہمارے سلف صالحین مفسرین ان قواعد کو ہم سے زیادہ جانتے تھے کہ لم مطلق نفی کے لیے آتی ہے لیکن پھر بھی انہوں نے اس آیت سے مراد صغیرہ لڑکیاں سمجھا ہے۔ ثبوت حاضر ہے:

۱- علامہ محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۰) سے:

(وَالـلائِـي لَمْ يَحِضْنَ) يقول: وكـذلك عـدد الـلائی لم يحضن من الجواری لصغر إذا طلقهنّ أزواجهنّ بعد الدخول ❶.

وہ جن کو صغر کی وجہ سے حیض نہیں آتا جب ان کے شوہران کو دخول کے بعد طلاق دیں تو ان کی عدت تین مہینے ہے۔

۲- علامہ حسین بن مسعود البغوی (متوفی ۵۱۰) سے:

وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ، يعنی الصغائر اللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ فَعِدَّتُهُنَّ أَيْضًا ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ ❷

وہ جن کو حیض نہیں آتا یعنی وہ صغیرہ لڑکیاں جن کو حیض نہیں آتا ان کی عدت بھی تین مہینے ہے۔

---

❶ جامع البیان لمحمد بن جریر الطبری (متوفی ۳۱۰) ج۲۳ ص: ۴۵۲ ناشر مؤسسة الرسالة ❷ معالم التنزيل لحسين بن مسعود (متوفی ۵۱۰) ج۵ ص: ۱۰۰ ناشر دار احياء التراث العربی

۳-علامہ عبدالرحمٰن ابن الجوزی (متوفی ۵۹۷) سے:

وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ يعني:عدتهن ثلاثة أشهر أيضاً، لأنه كلام لا يستقلُّ بنفسه، فلا بدَّ له من ضمير،وضميره تقدَّم ذكره مظهراً،وهو العدَّة بالشهور. وهذا على قول أصحابنا محمول على من لم يأت عليها زمان الحيض: أنها تعتد ثلاثة أشهر. فأما من أتى عليها زمان الحيض ولم تحض، فإنها تعتدّ سنة❶.

عبارت کا خلاصہ:''لم یحضن'' سے مراد وہ ہیں جن کی عمر حیض کے زمانے کو نہیں پہنچی یعنی صغیرہ مراد ہیں۔

۴-علامہ فخر الدین رازی (متوفی ٦٠٦) سے:

فَلَمَّا نَزَلَ قَوْلُهُ تَعَالَى :فَعِدَّتُهُنَّ ثَلاثَةُ أَشْهُرٍ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ :يَا رَسُولَ اللَّهِ فَمَا عِدَّةُ الصَّغِيرَةِ الَّتِي لَمْ تَحِضْ؟ فَنَزَلَ :وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ أَيْ هِيَ بِمَنْزِلَةِ الْكَبِيرَةِ الَّتِي قَدْ يَئِسَتْ عِدَّتُهَا ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ❷

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ مطلقہ عورتوں کی عدت تین مہینے ہے تو ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول وہ صغیرہ لڑکی جس کو حیض نہیں آتا تو اس کی عدت کتنی ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں بتایا گیا کہ صغیرہ بھی عدت کے حق میں کبیرہ کی طرح ہے۔(یعنی جس طرح کبیرہ مطلقہ کی عدت تین مہینے ہے اسی طرح صغیرہ مطلقہ کی بھی عدت تین مہینے ہے۔

۵-علامہ محمود بن عمرو الزمخشری (متوفی ۵۳۸) سے:

وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ هن الصغائر والمعنى:فعدتهن ثلاثة أشهر❸

---

❶زاد المسير لابن الجوزی(متوفی ٥١٠)ج۴ ص:٣٠٠ ناشر دار الكتاب العربی بيروت❷التفسير الكبير للامام فخر الدين الرازی (متوفی ٦٠٦)٣٠ ص:٥٦٣ ناشر دار احياء التراث العربی ❸الكشاف لمحمود بن عمرو (متوفی ٥٣٨)ج۴ ص:٥٥٧ ناشر دار الكتاب العربی

[**لم یحضن**] سے مراد صغیرہ لڑکیاں ہیں۔ان کی عدت بھی تین مہینے ہے۔

٦-علامہ عبداللہ بن احمد النسفی (متوفی ٧١٠) سے:

(والـلائی لَمْ یَحِضْنَ)هن الصغائر وتقدیره واللائی لم یحضن فعدتهن ثلاثة أشهر فحذفت الجملة لدلالة المذکور علیها ❶

عبارت کا خلاصہ ''لم یحضن '' سے مراد صغیرہ لڑکیاں ہیں۔

٧-علامہ محمد بن یوسف الاندلسی (متوفی ٧٤٥) سے:

وَاللَّائِی لَمْ یَحِضْنَ یَشْمَلُ مَنْ لَمْ یَحِضْ لِصِغَرٍ،وَمَنْ لَا یَکُونُ لَهَا حَیْضٌ الْبَتَّةَ❷

[**لم یحضن**] میں وہ بھی شامل ہیں جن کو صغر کی وجہ سے حیض نہیں آتا اور وہ بھی شامل ہیں جن کو بالکل حیض نہیں آتا۔

٨-علامہ علی بن محمد الخازن (متوفی ٧٤١) سے:

وَاللَّائِی لَمْ یَحِضْنَ یعنی الصغائر اللاتی لم یحضن بعد فعدتهن أیضا ثلاثة أشهر❸

[لم یحضن] سے مراد وہ صغیرہ لڑکیاں ہیں جن کو ابھی تک حیض نہیں آیا ان کی عدت بھی تین مہینے ہے۔

٩-علامہ ابن کثیر دمشقی (متوفی ٧٧٤) سے:

وَرَوَاهُ ابْنُ أَبِی حَاتِمٍ بِأَبْسَطَ مِنْ هَذَا السِّیَاقِ فَقَالَ: حَدَّثَنَا أَبِی،حَدَّثَنَا

---

❶مدارک لعبد الله بن احمد النسفی (متوفی ٧١٠)ج٣ ص:٤٩٩ ناشر دار الکلم الطیب بیروت❷البحر المحیط لعبد الله بن احمد النسفی (متوفی ٧٤٥)ج١٠ ص:٢٠٠ ناشر دار الفکر بیروت❸لباب التأویل لعلی بن محمد الخازن (توفی ٧٤٥)ج٤ ص:٣٠٨ ناشر دار الکتب العلمیة بیروت

يَحْيَى بْنُ الْمُغِيرَةِ،أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ،عَنْ مُطَرِّف،عَنْ عُمَرَبْنِ سَالِمٍ،عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ:قُلْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنْ نَاسًا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَمَّا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ الَّتِي فِي الْبَقَرَةِ "فِي عِدَّةِ النِّسَاء قَالُوا لَقَدْ بَقِيَ مِنْ عِدَّةِ النِّسَاءِ عِدَدٌ لَمْ يُذْكَرْن فِي الْقُرْآنِ :الصِّغَارُ وَالْكِبَارُ اللَّائِي قَدِ انْقَطَعَ عَنْهُنَّ الْحَيْضُ، وَذَوَاتُ الْحَمْلِ. قَالَ: فَأُنْزِلَتِ الَّتِي فِي النِّسَاءِ الْقُصْرَى: (وَاللائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللائِي لَمْ يَحِضْنَ)❶

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اے اللہ کے رسول جب سے سورہ بقرہ میں عدت کے بارے میں آیت نازل ہوئی تو اہل مدینہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں کچھ عورتوں کی عدت بیان نہیں کی گئی ہے مثلا وہ صغیرہ لڑکیاں اور کبیرہ عورتیں جن کو حیض نہیں آتا اور حاملہ عورتیں،تو اہل مدینہ کے اس سوال کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

۱۰-علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱) سے:

وَاَللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ) لِصِغَرِهِنَّ فَعِدَّتهنَّ ثَلَاثَة أَشْهُر ❷

''لم یحضن '' سے مراد وہ عورتیں ہیں جن کو صغر کی وجہ سے حیض نہیں آتا تو ان کی عدت تین مہینے ہے۔

اور جہاں تک تعلق ہے آیت کریمہ [حَتَّى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ]کا تو ابن شبرمہ اور ابو بکر الاصم کا اس آیت سے استدلال باطل ہے وہ اس طرح کہ یہاں نکاح بمعنی عقد نکاح کے نہیں بلکہ یہاں نکاح مجازا بلوغت کی معنی میں ہے اور یہاں اللہ پاک نے بلوغت کو نکاح

❶تفسير القرآن العظيم لابن كثير الدمشقي (متوفى ٧٧٤)ج٨ ص: ١٧١ ناشر دار الكتب العلمية❷تفسير الجلالين لجلال الدين السيوطي (متوفى ٩١١)ج١ ص: ٧٤٩ ناشر دار الحديث القاهره

کے ساتھ اس لیے تعبیر نہیں فرمایا ہے کہ نکاح بلوغت کے ساتھ خاص ہے بلکہ یہاں اللہ پاک نے بلوغت کو نکاح کے ساتھ اس لیے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ نکاح یعنی وطی بلوغت کا سبب ہے تو یہاں سبب بول کر مسبب مراد لیا گیا ہے یعنی نکاح بول کر بلوغت مراد لی گئی ہے۔ جیسے کہ علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَإِنَّمَا سُمِّيَ الاِحْتِلَامُ بُلُوغَ النِّكَاحِ لِأَنَّهُ إِنْزَالُ الْمَاءِ الدَّافِقِ الَّذِي يَكُونُ فِي الْجِمَاعِ❶.

بلوغت کو بلوغ نکاح کے ساتھ اس لیے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ نکاح (یعنی وطی) وہ اچھلتے ہوئے پانی کو پھینکنا ہے جو کہ جماع میں ہوتا ہے۔

جب آیت کریمہ میں نکاح بمعنی بلوغت کے ہے تو آیت کریمہ کا حاصل یہ ہوا کہ یتیموں کو جانچتے رہو یہاں تک کہ وہ بلوغت کو پہنچیں یہ مطلب نہیں کہ نکاح کی عمر کو پہنچیں کیونکہ نکاح کی عمر کو تو یہ لوگ بچپن سے ہی پہنچے ہوئے ہیں۔

اور جہاں تک تعلق ہے ابن شبرمہ اور ابوبکر الاصم کا تو شمس الائمہ ان حضرات کا رد فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

ابوبکر الاصم کا اس آیت یعنی (حَتَّى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ) سے استدلال درست نہیں ہے کیونکہ آیت کریمہ میں نکاح سے مراد بلوغت ہے..........نیز ابوبکر الاصم اصم یعنی بہرہ تھا اس نے یہ احادیث سنی ہی نہیں اس لیے نکاح صغیرہ کو ناجائز قرار دیا۔❷

اور جہاں تک تعلق ہے شیخ الاسلام امام احمد بن علی رازی جصاص کا تو جصاص رحمہ اللہ نے بھی ابن شبرمہ اور ابوبکر الاصم کا رد فرمایا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

❶التفسیر الکبیر لفخر الدین الرازی (متوفی ۶۰۶) ج۹ ص:۴۹۸ ناشر دار احیاء التراث العربی بیروت ❷المبسوط لشمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی (متوفی ۴۸۳) ج۴ ص:۲۱۲ ناشر دار المعرفۃ بیروت

عَنْ ابْنِ شُبْرُمَةَ أَنَّ تَزْوِيجَ الْآبَاءِ عَلَى الصِّغَارِ لا يَجُوزُوَهُوَ مَذْهَبُ الْأَصَمِّ. وَيَدُلُّ عَلَى بُطْلَانِ هَذَا الْمَذْهَبِ سِوَى مَا ذَكَرْنَا مِنْ دَلَالَةِ هَذِهِ الْآيَةِ قَوْله تَعَالَى: (وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ)فَحَكَمَ بِصِحَّةِ طَلَاقِ الصَّغِيرَةِ الَّتِي لَمْ تَحِضْ وَالطَّلَاقُ لَا يَقَعُ إِلَّا فِي نِكَاحٍ صَحِيحٍ فَتَضَمَّنَتْ الْآيَةُ جَوَازَ تَزْوِيجِ الصَّغِيرَةِ[1].

ابن شبرمہ کہتے ہیں کہ باپ دادا کے لیے صغیرہ بچی کا نکاح کروانا ناجائز ہے اور اصم کا بھی یہی مذہب ہے لیکن ان کے مذہب کے باطل ہونے پر ان دلائل کے علاوہ جو ہم نے بیان کیے ایک دلیل یہ آیت کریمہ بھی ہے۔[وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ]اس آیت میں اللہ پاک نے اس صغیرہ کی طلاق کو جائز رکھنے کا فیصلہ فرمایا ہے جس کو حیض نہیں آتا اور طلاق نکاح صحیح میں ہی ہوسکتی ہے پس یہ آیت صغیرہ کے نکاح کے جواز کو متضمن ہے۔

اور جہاں تک تعلق ہے صاحب میزان کے اس قول کا (اس سے صاف ظاہر ہے کہ نابالغ بچیوں سے نکاح اور جنسی مقاربت کو جائز قرار دینے والے معدود چند حضرات کے سوا کوئی بھی سلیم الفطرت شخص اس فعل کو از روئے قرآن اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم درست نہیں سمجھتا) کا یہ محض اپنے آپ کو تسلی دینے والی بات ہے متقدمین میں ان دو بندوں کے علاوہ کسی فقیہ کا نام نہیں ملتا جو نکاح بالصغیرہ کے عدم جواز کا قائل ہو۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح بالصغیرہ کے عدم جواز کے قائل معدود چند حضرات ہیں جہاں تک تعلق ہے نکاح بالصغیرہ کے جواز کے قائلین کا تو اس پر پوری امت کا اجماع ہے کہ نکاح بالصغیرہ جائز ہے ۔اجماع پر ثبوت حاضر ہے:

---

[1] احکام القرآن لاحمد بن علی الجصاص (متوفی ۳۷۰)ج۲ ص:۶۸ ناشر دار الکتب العلمیة بیروت

وَقَوْلُهُ :تَزَوَّجَهَا وَهِيَ ابْنَةُ سِتِّ سِنِينَ، وَبَنَى بِهَا وَهِيَ ابْنَةُ تِسْعٍ مَا لَا خِلَافَ فِيهِ بَيْنَ النَّاسِ، وَقَدْ ثَبَتَ فِي الصِّحَاحِ وَغَيْرِهَا❶ .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے ساتھ نکاح چھ سال کی عمر میں کیا اور رخصتی ۹ سال میں فرمائی اس بات پر لوگوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ کیونکہ یہ بات صحاح ستہ وغیرہ میں ثابت ہے۔

ایک اور شکال اور اس کا جواب

کمسن بچی جس پر عدت اور دیگر شرعی احکام کا اطلاق نہیں ہوتا اس سے نکاح اور جنسی تعلقات کیونکر جائز ہو سکتے ہیں؟......درست بات یہی ہے کہ نابالغ بچی نہ تو دیگر شرعی احکام کی پابند ہے نہ ہی عقد نکاح اور عدت کی۔ لہٰذا نابالغ لڑکی جس پر عدت اور دیگر شرعی احکام کا اطلاق ہی نہیں ہوتا اس کا نہ تو نکاح کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس سے مباشرت جائز ہے۔❷

جواب: صغیرہ پر احکام کے اطلاق نہ ہونے کا مطلب یہ کہاں ہے کہ وہ شریعت کی پابند نہیں کیا باپ اپنی صغیرہ بچی کے مال کی بیع وفروخت نہیں کر سکتا؟ اگر بچی کے لیے باپ کا بیع وشراء کا عقد بالاتفاق جائز ہے اور وہ اس عقد کی پابند ہوتی ہے یہاں تک کہ بلوغت کے بعد اس کو اس بیع وشراء کے فسخ کرنے کا کوئی حق نہیں ہوتا تو وہ نکاح کی پابند کیوں نہیں ہوگی اور باپ کے نکاح کرنے کے بعد اس کو فسخ کرنے کا اختیار کیوں ہوگا؟ لہٰذا جب بچی کے لیے عقد بیع وشراء جائز ہے تو عقد نکاح بھی جائز ہوگا۔

نیز عدت میں صرف اتنا ہوگا کہ بچی پر شرعاً کچھ پابندیاں لاگو ہونگی مثلاً وہ رات ہر حال میں اپنے گھر میں گذارے، بناؤ وسینگھار نہ کرے تو اس پابندی میں کیا حرج ہے؟ کیا صغیرہ پر حرام کھانے سے بچنے کی پابندی نہیں ہے؟ جب اس طرح کی اور پابندیاں جائز ہیں تو

❶ السیرۃ النبیۃ لابن کثیر (متوفی ۷۷۴) ج۲ ص: ۱۴۱ ناشر دار المعرفۃ بیروت

❷ (میزان عمر عائشہ ص:۶۷)

عدت کی پابندی کیوں جائزنہیں ہوگی؟

شبہ نمبر۳-اوراس کا جواب

صاحب میزان لکھتا ہے:

حضرت ابوبکر نے زمانہ جاہلیت میں قتیلہ بنت عبدالعزی سے شادی کی تھی جن کے بطن سے عبداللہ اور اسماء پیدا ہوئے اور قبل از اسلام کے زمانے میں ہی رومان بنت عامر سے شادی کی جن کے بطن سے عبدالرحمٰن اور سیدہ عائشہ کی ولادت ہوئی۔(تاریخ طبری مطبوعہ دارالاشاعت کراچی ج۴ص:۶۱۶)معروف مؤرخ طبری نے ازواج ابوبکر کے ضمن میں تحریر کیا ہے کہ [**هؤلاء الأربعة من أولاده، ولدوا من زوجتيه اللتين سميناهما في الجاهلية**] اور یہ چاروں بہن بھائی ان دونوں بیویوں سے جن کے نام میں نے لیے ہیں زمانہ جاہلیت میں پیدا ہو چکے تھے۔[1]

اشکال کی وضاحت:

کہنا یہ چاہتا ہے کہ طبری کے قول کے مطابق سیدہ عائشہ زمانہ جاہلیت میں پیدا ہوئی تھیں تو اس سے معلوم ہوا کہ نکاح کے وقت ۶ سال عمر بیان کرنا غلط ہے۔

جواب: اولاً: دلہن کی عمر یا تو دلہن خود جانتی ہے یا اس کے والدین جانتے ہیں یا شوہر جانتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سن ۱۱ ہجری میں ہوئی،حضرت ابوبکر کی وفات سن ۱۳ ہجری میں ہوئی،سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات سن ۵۷ ہجری ہیں ہوئی جبکہ محمد بن جریر طبری کی ولادت ۲۲۴ ہجری میں ہوئی اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ طبری کو کس نے بتایا کہ سیدہ عائشہ کی ولادت زمانہ جاہلیت میں ہوئی تھی درمیاں میں واسطے منقطع ہیں لہٰذا طبری کی یہ بات بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

جواب: ثانیاً: معروف مؤرخ طبری تو یوں بھی لکھتے ہیں:

---

[1] (میزان عمر عائشہ ص:۴۳)

فَأَمَّا عَائِشَةُ فَكَانَتْ يَوْمَ تَزَوَّجَهَا صَغِيرَةً لا تَصْلُحُ لِلْجِمَاعِ ❶

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ کے ساتھ شادی کی تھی اس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا صغیرہ تھیں۔ جماع کے قابل نہ تھیں۔

اور فقہاء کرام کے ہاں قاعدہ ہے کہ جب کسی سے کسی مسئلہ میں دو قول متضاد ہوں تو اس کا وہی قول معتبر ہوگا جو ظاہری دلائل کے موافق ہوگا اور ظاہر ہے کہ طبری کا دوسرا قول بخاری و مسلم کی صحیح احادیث کے مطابق ہے اس لیے دوسرا قول ہی معتبر ہوگا۔ چنانچہ اس اصول کا ثبوت حاضر ہے:

وَإِذَا اخْتَلَفَ كَلَامُ إِمَامٍ فَيُؤْخَذُ بِمَا يُوَافِقُ الْأَدِلَّةَ الظَّاهِرَةَ وَيُعْرَضُ عَمَّا خَالَفَهَا ❷

جب امام کا قول متضاد ہو تو امام کے اس قول کو لیا جائے گا جو ظاہری دلائل کے موافق ہو اور اس قول سے اعراض کیا جائے گا جو ظاہری دلائل کے خلاف ہو۔

شبہ نمبر ۴ - اور اس کا جواب

صاحب میزان کہتا ہے:

(سیدہ عائشہ "السابقون الاولون" میں شامل ہے) ابن ہشام اور ابن اسحاق دونوں کی فہرستوں میں (یعنی السابقون الاولون کی فہرست میں) سیدہ عائشہ کا نام شامل ہے۔

(میزان عمر عائشہ ص:۴۳) امام ابو الفداء اسماعیل بن کثیر کی مشہور کتاب السیرۃ النبویۃ کے مطابق سیدہ اسماء بنت ابی بکر اور عائشہ بنت ابی بکر کو ۱۷-۱۸ نمبر پر رکھا ہے۔ (میزان عمر عائشہ ص:۴۶) بعینہ یہی تفصیل امام محدث عبدالرحمٰن سہیلی نے اپنی مشہور

❶ تاریخ الرسل والملوک لمحمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰) ج۳ ص: ۱۶۱ ناشر دار التراث بیروت ❷ رد المحتار علی الدر المختار لمحمد امین الدمشقی (متوفی ۱۲۵۲) ج۴ ص: ۲۳۱ ناشر دار الفکر بیروت

کتاب ''الروض الانف'' میں دی ہے۔ ❶

اشکال کی وضاحت:

کہنا یہ چاہتا ہے کہ سیرت نگاروں میں سے ابن اسحاق اور ابن ہشام نے سیدہ عائشہ کو ''السابقون الاولون '' میں شامل کیا ہے اور ''السابقون الاولون '' ان لوگوں کو کہتے ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر شروع شروع میں ایمان لایا جب کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی انہی لوگوں میں سے ہوئی تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ زمانہ جاہلیت میں پیدا ہوئی تھی تب نئے سرے سے اسلام لانے کی ضرورت پڑی اور جب زمانہ جاہلیت میں پیدائش ثابت ہوگئی تو نکاح کے وقت ٦ سال عمر کا قول بھی باطل ہوگیا۔

جواب: اولاً: دلہن کی عمر یا تو دلہن خود جانتی ہے یا اس کے والدین جانتے ہیں یا شوہر جانتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سن ۱۱ ہجری میں ہوئی، حضرت ابو بکر کی وفات سن ۱۳ ہجری میں ہوئی، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات سن ۵۷ ہجری ہیں ہوئی جبکہ محمد بن اسحاق کی ولادت سن ۸۰ ہجری میں ہوئی اور ابن ہشام (متوفی ۲۱۳) کی ولادت یقیناً سن ۱۰۰ ہجری کے بعد ہوئی اور ابن کثیر کی ولادت ۷۰۱ ہجری میں ہوئی اور علامہ سہیلی (متوفی ۵۸۱) کی ولادت یقیناً پانچ سو سال بعد ہوئی اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ابن اسحاق اور ابن ہشام اور ابن کثیر اور علامہ سہیلی کو کس نے بتایا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ولادت زمانہ جاہلیت میں ہوئی تھی درمیاں میں واسطے منقطع ہیں لہٰذا ابن اسحاق اور ابن ہشام، ابن کثیر اور علامہ سہیلی کی یہ بات بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

جواب: ثانیا: ابن ہشام تو یوں بھی لکھتے ہیں:

وَتَزَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِشَةَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ بِمَكَّةَ، وَهِيَ بِنْتُ سَبْعِ سِنِينَ، وَبَنَى بِهَا بِالْمَدِينَةِ، وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ ❷

❶ (میزان عمر عائشہ ص: ۴۶) ❷ سیرۃ ابن ہشام لعبد الملک بن ھشام (متوفی ۲۱۳) ج ۲ ص: ۶۴۴ ناشر مکتبۃ مصطفی البابی الحلبی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مکہ مکرمہ میں جب ان کی عمر سات سال تھی تو شادی فرمائی اور جب ان کی عمر ۹ سال ہوئی تو رخصتی فرمائی۔

اور فقہاء کرام کے ہاں قاعدہ ہے کہ جب کسی سے کسی مسئلہ میں دو قول متضاد ہوں تو اس کا وہی قول معتبر ہوگا جو ظاہری دلائل کے موافق ہوگا اور ظاہر کے طبری کا دوسرا قول بخاری و مسلم کی صحیح احادیث کے مطابق ہے اس لیے دوسرا قول ہی معتبر ہوگا۔

اسی طرح ابن اسحاق یوں بھی لکھتے ہیں:

تزوج رسول الله صلى الله عليه وسلم عائشة بعد موت خديجة بثلاث سنين، وعائشة يومئذ ابنة ست سنين،وبنى بها رسول الله صلى الله عليه وسلم وهى ابنة تسع سنين[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے تین سال بعد سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شادی فرمائی اس وقت ان کی عمر سات سال تھی۔

اسی طرح ابن کثیر یوں بھی لکھتے ہیں:

وَقَوْلُهُ :تَزَوَّجَهَا وَهِيَ ابْنَةُ سِتِّ سِنِينَ، وَبَنَى بِهَا وَهِيَ ابْنَةُ تِسْعٍ مَا لَا خِلَافَ فِيهِ بَيْنَ النَّاسِ ،وَقَدْ ثَبَتَ فِي الصِّحَاحِ وَغَيْرِهَا[2].

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے ساتھ نکاح چھ سال کی عمر میں کیا اور رخصتی ۹ سال میں فرمائی اس بات پر لوگوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ کیونکہ یہ بات صحاح ستہ وغیرہ میں ثابت ہے۔

اسی طرح علامہ سہیلی لکھتے ہیں:

وَتَزَوّجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِشَةَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ الصّدّيقِ

---

[1] سيرة ابن اسحاق لمحمد بن اسحاق (متوفى ۱۵۱)ص:۲۵۵ ناشر دار الفكر بيروت

[2] السيرة النبية لابن كثير(متوفى ۷۷۴)ج۲ ص: ۱۴۱ ناشر دار المعرفة بيروت

بِمَكَّةَ وَهِيَ بِنْتُ سَبْعِ سِنِينَ وَبَنَى بِهَا بِالْمَدِينَةِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ ❶

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ بنت ابی بکر کے ساتھ مکہ مکرمہ میں سات سال کی عمر میں شادی فرمائی اور ۹ سال کی عمر میں رخصتی فرمائی۔

آخر کیا وجہ ہے کہ ان حضرات کی پہلی تحریر کو مانتے ہو اور دوسری تحریر کو نہیں مانتے کیا صرف اس وجہ سے کہ ان حضرات کی یہ دوسری تحریر آپ کی طبعیت کے خلاف ہے؟

شبہ نمبر ۵- اور اس کا جواب

صاحب میزان لکھتا ہے:

سیدہ اسماء سنہ۱۴ قبل نبوت اور سیدہ عائشہ سن۴ قبل نبوت میں پیدا ہوئیں سنہ۱۳ نبوت میں ہجرت مدینہ کے وقت سیدہ اسماء کی عمر ۲۷ سال تھی لہذا وہ ۱۴-۱۵ سال قبل نبوت میں پیدا ہوئیں (بروایت حافظ ذہبی، ابن کثیر اور ولی الدین خطیب) چونکہ سیدہ عائشہ ان سے دس سال چھوٹی تھیں لہذا ان کی پیدائش ۴-۵ سال قبل نبوت طے پائی ہے۔ اسی طرح تیرہ برس بعد ہجرت کے وقت سیدہ عائشہ کی عمر ۱۷ سال اور سن۲ ہجری میں رخصتی کے وقت انیس سال کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ ❷

جواب: اولاً: تو حضرت اسماء کی عمر ہجرت کے وقت ۲۷ سال تھی یہ بات بے سند ہے دراصل یہ ابو نعیم اصبھانی رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۰) کا قول ہے کہ حضرت اسماء ہجرت سے ستائیس سال پہلے پیدا ہوئیں (دیکھیے معرفة الصحابة ج٦ ص:٣٢٥٣ ناشر دار الوطن -الریاض) لیکن یہ قول کس سے نقل کیا اس کی کوئی سند بیان نہیں کی ہے لہذا بے سند بات پر بنیاد رکھ کر صحیحین کی روایت کو نہیں جھٹلایا جا سکتا دوسری بات یہ کہ حضرت عائشہ حضرت اسماء سے دس سال چھوٹی تھیں یہ بات بھی بے سند ہے کیونکہ دراصل یہ قول ہے عبدالرحمن بن ابی الزناد

❶ الروض الانف لعبد الرحمٰن السهيلي (متوفی ۵۸۱) ج۷ ص: ۵۲۰ ناشر دار احیاء التراث العربی بیروت ❷ (میزان عمر عائشہ ص:۴۷)

کا ہے جس کی پیدائش سن ۱۰۰ ہجری کے بعد ہوئی ہے (دیکھیے سیر اعلام النبلاء) جبکہ سیدہ عائشہ کا انتقال سن ۵۷ ہجری میں ہوا تو ابن ابی الزناد نے یہ بات کس سے سنی اس کی سند بیان نہیں کی لہٰذا اس بے سند بات پر بنیاد رکھ کر صحیحین کی روایت کو جھٹلانا محض بدبختی ہے۔

نیز ابونعیم الاصبھانی کا یہ بھی قول ہے:

عَائِشَةُ الصِّدِّيقَةُ بِنْتُ الصِّدِّيقِ حَبِيبَةُ حَبِيبِ اللهِ، الْمُبَرَّأَةُ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمَوَاتٍ، عَقَدَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَهِيَ بِكْرٌ وَبَنَى بِهَا بِالْمَدِينَةِ وَلَمْ يَتَزَوَّجْ بِكْرًا غَيْرَهَا، تَزَوَّجَهَا بِنْتَ سِتٍّ، وَدَخَلَ بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ ❶

عائشہ صدیقہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ سال کی عمر میں عقد نکاح فرمایا اور ۹ سال کی عمر میں رخصتی فرمائی۔

ابونعیم اصبھانی کا یہ قول چونکہ صحیحین کی روایت کے بھی موافق ہے اس لیے یہی قول معتبر ہوگا۔

شبہ نمبر ۶ – اور اس کا جواب

صاحب میزان لکھتا ہے:

حافظ ابن حجر کی تصنیف فتح الباری میں عمر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق مرقوم ہے کہ سیدہ فاطمہ سیدہ عائشہ سے پانچ سال بڑی تھیں (الاصابۃ ج۴ ص:۳۷۷) دوسری جانب حضرت عباس سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ پانچ سال قبل نبوت کعبہ کی تعمیر نو کے وقت پیدا ہوئی تھیں۔اس حساب سے بھی سیدہ عائشہ پہلے سال نبوت میں پیدا ہوئی ہونگی اور سن ۲ ہجری میں رخصتی کے وقت ان کی عمر ۱۵ سال ہوگی اس نو سال کی روایت کی بنیاد کیا ہے؟ ❷

---

❶ معرفة الصحابة لابی نعیم الاصبهانی (متوفی ۴۳۰) ج۶ ۳۲۰۸ ناشر دار الوطن الریاض

❷ (میزان عمر عائشہ ص:۴۸)

جواب: اولا یہ کہنا کہ سیدہ فاطمہ سیدہ عائشہ سے پانچ سال بڑی تھی یہ محل نظر ہے کیونکہ حضرت علامہ ذہبی رحمہ اللہ حافظ ابن حجر سے پہلے لکھ چکے ہیں:

وَعَائِشَةُ مِمَّنْ وُلِدَ فِي الإِسْلَامِ وَهِيَ أَصْغَرُ مِنْ فَاطِمَةَ بِثَمَانِي سِنِيْنَ ❶

اور عائشہ ان بچیوں میں سے ہے جن کی ولادت اسلام میں ہوئی اور یہ سیدہ فاطمہ سے آٹھ سال چھوٹی تھی۔

یعنی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدہ عائشہ سے آٹھ سال بڑی تھیں۔

ثانیاً: یہ کہنا کہ سیدہ فاطمہ پانچ سال قبل نبوت پیدا ہوئیں یہ بات بھی خود محل نظر ہے وہ اس لیے کہ اس روایت کی سند اس طرح ہے:

فروى الواقديّ، عن طريق أبي جعفر الباقر، قال: قال العبّاس ولدت فاطمة والكعبة تبنى، والنّبيّ صلّى اللّه عليه وآله وسلّم ابن خمس وثلاثين سنة، وبهذا جزم المدائنيّ ❷.

تو اس روایت کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والے ابوجعفر یعنی محمد باقر ہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی وفات سن ۳۲ ہجری میں ہوئی ہے دیکھیے: ❸

اور محمد باقر کی ولادت ۵۶ ہجری میں ہوئی ہے۔ دیکھیے: ❹

تو چونکہ محمد باقر کا حضرت عباس سے سماع ثابت نہیں اس لیے یہ روایت منقطع ہے۔ اور منقطع روایت صحیحین کی صحیح روایت کے مقابلے میں کیسے حجت ہوسکتی ہے۔

جب صغری مشکوک ہوئی اور کبریٰ بھی مشکوک ہوئی تو نتیجہ خود بہ خود بخود مشکوک ہوگیا۔

ثالثاً: حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

---

❶ سیر اعلام النبلاء للذہبی (متوفی ۷۴۸) ج۳ ص: ۴۲۸ ناشر دار الحدیث القاہرہ
❷ الاصابة فی تمییز الصحابة لابن حجر عسقلانی (۸۵۲) ج۸ ص: ۲۶۳ ناشر دار الکتب العلمیة ❸ معجم الصحابة للبغوی (متوفی ۳۱۷) ج۴ ص: ۳۸۱ ناشر مکتبہ دار البیان الکویت ❹ تاریخ الاسلام للذہبی ج۳ ص: ۳۰۸ ناشر دار الغرب الاسلامی

الصّحيح أنّ النبی صلّی اللّٰه علیه وآله وسلّم تزوجها وهی بنت ست وقیل سبع، ویجمع بأنها کانت أکملت السّادسة ودخلت فی السّابعة، ودخل بها وهی بنت تسع❶

صحیح بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اس وقت شادی فرمائی جب ان کی عمر چھ سال تھی بعضوں نے کہا سات سال تھی دونوں قولوں میں موافقت اس طرح ہوگی کہ چھ سال عمر پوری ہوگئی تھی اور ساتویں میں شروع ہوئی تھیں۔ اور رخصتی اس وقت فرمائی جب ان کی عمر ۹ سال تھی۔

حاصل یہ نکلا کہ صاحب میزان کے نکالے ہوئے نتیجے پر خود حافظ ابن حجر بھی راضی نہیں۔ کیوں کہ حافظ ابن حجر نے بھی رخصتی ۹ سال کی عمر میں بتائی۔

شبہ نمبر ۷- اور اس کا جواب

صاحب میزان لکھتا ہے:

معروف مصری اسکالر عباس محمود البقا کے مطابق سن دس نبوت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ کے لیے پیغام بھیجا تو سیدہ عائشہ پہلے سے جبیر بن مطعم کے نکاح میں تھیں صرف رخصتی باقی تھی۔ سیدہ عائشہ کے بالغ ہونے کے بعد تو یہ رشتہ ممکن ہی نہ تھا کیونکہ اس وقت تک ابو بکر کے قبول اسلام کی وجہ سے دونوں خاندانوں میں ذہنی اختلاف پیدا ہو چکا تھا۔ لہٰذا یہی امکان ہے کہ جبیر اور سیدہ عائشہ کی نسبت ظہور اسلام سے قبل بچپن میں ہوئی ہو۔ عباس محمود نے اپنی بحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے وقت عائشہ کی عمر بہر حال ۱۲ سے پندرہ سال تک تھی۔ نو سال عمر تو کسی بھی پیمانے سے درست نہیں ٹھہرتی۔❷

جواب: جس روایت سے استدلال کیا گیا ہے وہ روایت یہ ہے:

---

❶الاصابة فی تمییز الصحابة لابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲) ج ۸ ص: ۲۳۲ ناشر دار الکتب العلمیة❷(میزان عمر عائشه ص: ۵۶)

أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنِ الْأَجْلَحِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ خَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِشَةَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي كُنْتُ أَعْطَيْتُهَا مُطْعِمًا لِابْنِهِ جُبَيْرٍ فَدَعْنِي حَتَّى أَسُلَّهَا مِنْهُمْ. فَاسْتَسَلَّهَا مِنْهُمْ فَطَلَّقَهَا فَتَزَوَّجَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ❶

یہ روایت ضعیف ہے۔اس کی سند میں ایک راوی اجلح ہے وہ ضعیف ہے چنانچہ محدث محمد بن سعد جس نے یہ روایت نقل کی اس نے خود ہی اس راوی کے متعلق فیصلہ فرمایا ہے:

کان ضعیفا جدا❷

یہ بہت کمزور راوی تھا۔

قال القطان" :فی نفسی منه شیء...... "یعنی أنه ما کان بالحافظ...... " وقال أبو حاتم" :لیس بالقوی یکتب حدیثه ولا یحتج به "وقال النسائی : "ضعیف لیس بذاک وکان له رأی سوء وقال الجوزجانی" :مفتری...... قال أبو داود" :ضعیف"...... وقال ابن سعد" :کان ضعیفا جدا "وقال العقیلی" :روی عن الشعبی أحادیث مضطربة لا یتابع علیها...... "وقال ابن حبان" :کان لا یدری ما یقول جعل أبا سفیان أبا الزبیر❸."

قطان نے کہا کہ یہ حافظ نہیں ابو حاتم کہتے ہیں یہ قوی نہیں اگر چہ اس کی حدیث لکھی جائے گی لیکن اس کی روایت سے استدلال نہیں کیا جائے گا،نسائی نے کہا کہ یہ ضعیف ہے،اور یہ بری رائے رکھتا تھا، جوز جانی نے کہا یہ بہتان باندھنے والا تھا،ابوداؤد نے کہا یہ ضعیف ہے ابن سعد نے کہا کہ یہ بہت کمزور تھا اور عقیلی نے کہا کہ اس کی حدیثیں مضطرب

---

❶الطبقات الکبری لمحمد بن سعد (متوفی ۲۳۰)ج۸ ص:۴۷ ناشر دار الکتب العلمیة بیروت ❷ الطبقات الکبری لمحمد بن سعد (متوفی ۲۳۰)ج۶ ص:۳۳۷ ناشر دار الکتب العلمیة ❸تهذیب التهذیب لابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲)ج ۱ ص:۱۹۰ ناشرمطبعة دائرة المعارف النظامیه

ہیں ابن حبان نے کہا کہ اس کو اتنا پتہ بھی نہیں چلتا تھا کہ یہ کیا بیان کرر ہے ہیں (یعنی اپنی بات خود بھی نہیں سمجھتا تھا) ابوسفیان کو ابوالزبیر بنا تا تھا۔

اگر چہ اس ہی صفحہ میں بعض محدثین کی توثیق بھی موجود ہے لیکن جمہور محدثین کے مقابل میں قابل قبول نہیں۔

نیز یہ روایت منقطع ہے ابن ابی ملیکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہی نہیں پایا ہے کیونکہ ابن ابی ملیکہ کی ولادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں یا اس سے کچھ پہلے ہوئی دیکھیے: (**سیر اعلام النبلاء**) اور ابن ابی ملیکہ نے اس واقعہ کی روایت سیدہ عائشہ کی طرف بھی منسوب نہیں کی ہے کہ مجھے یہ واقعہ سیدہ عائشہ نے بتایا لہٰذا ضعیف ومنقطع روایت سے استدلال کر کے بخاری کی صحیح روایت کو ٹھکرانا انصاف کے خلاف ہے۔

شبہ نمبر ۸- اور اس کا جواب

صاحب میزان لکھتا ہے:

جب مکہ میں سورہ قمر (۵۴:۴۶) کی یہ آیت نازل ہوئی[**بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ**] تو میں اس وقت لڑکی بالی تھی اور کھیلتی پھرتی تھی **إِنِّي عِنْدَ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَتْ:** [**لَقَدْ أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَإِنِّي لَجَارِيَةٌ أَلْعَبُ**] صحیح بخاری مطبوع مکتبہ رحمانیہ لاہور جلد دوم صفحہ ۱۰۲۱: روایت نمبر ۱۹۸۱ سورہ قمر سنہ پانچ نبوت میں نازل ہوئی تھی لیکن کہا جاتا ہے کہ سورہ قمر کی مذکورہ آیت سنہ ۸ نبوت میں نازل ہوئی تھی کیونکہ واقعہ شق القمر کے زمانے کی تعین پانچ سال قبل ہجرت کیا جاتا ہے۔

کیا دو سالہ شیر خوار بچی نے سورہ قمر کی آیت یاد کر لی جو حضرات سنہ ۲ ھ میں رخصتی کے وقت سیدہ عائشہ کی عمر نو سال بیان کرتے ہیں وہ از راہ کرم کچھ جمع تفریق کے عمل میں ہمارا ساتھ دیں اگر ۲ ہجری میں رخصتی کے وقت سیدہ عائشہ کی عمر ۹ سال تھی تو عین سال ہجرت میں ۹-۲-۷ سال ہوگی۔ اس حساب سے ہجرت سے پانچ سال قبل شق قمر کے موقع پر سیدہ عائشہ کی عمر

(۷-۵) یعنی ۲ سال ہونی چاہیے دوسری جانب اگر سیدہ عائشہ کی بیان کردہ سنہ پیدائش (سنہ پانچ نبوت سے حساب لگایا جائے تو سنہ ۸ نبوت میں سورہ قمر کے نزول کے وقت ان کی عمر اڑھائی سے تین سال طے پاتی ہے۔ کیا سیدہ عائشہ نے دو یا تین سال کی عمر میں یہ آیت یاد کر لی تھی؟

واضح رہے کہ سیدہ عائشہ نے سنہ ۸ نبوت میں خود کو [الجاریہ] یعنی لڑکی بالی قرار دیا ہے سیدہ عائشہ پیدائشی اہل زبان تھیں لہٰذا وہ شیر خوار بچی ہوتی تو اپنے لیے الجاریہ کے بجائے صبیہ کا لفظ استعمال کرتیں۔ ❶

جواب: صاحب میزان کا یہ کہنا کہ (کہا جاتا ہے کہ سورہ قمر کی مذکورہ آیت سنہ ۸ نبوت میں نازل ہوئی تھی) یہ محض اٹکل اور احتمال پر مبنی ہے اس پر صاحب میزان نے کوئی دلیل ذکر نہیں کی صرف اتنا کہا (کہا جاتا ہے) اب ہمارا صاحب میزان سے سوال ہے کہ یہ کہنے والا کون ہے کوئی صحابی ہے یا تابعی ہے؟ اس کا نام کیا ہے؟ جب کہنے والا ہی مجہول ہے تو مجہول شخص کے قول پر بنیاد رکھ کر بخاری ومسلم کی روایات کو کیسے رد کیا جا سکتا ہے؟ لہٰذا یہ "بناء الفاسد علی الفاسد" ہے۔

بہت ممکن ہے کہ یہ آیت کریمہ سن ۱۳ نبوت میں نازل ہوئی ہو اس وقت حضرت عائشہ کی عمر سات سال ہو۔ کیونکہ ایسے بھی ہوا ہے کہ کوئی سورت سن ۵ ہجری میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کی کوئی آیت سن دس ہجری میں بھی نازل ہوئی ہے جیسے کہ سورت مائدہ سن ۵ ہجری میں نازل ہوئی ہے اس کا ثبوت اس طرح ہے کہ آیت تیمّم سورت مائدہ میں ہے اور تیمّم کے متعلق محدثین لکھتے ہیں کہ تیمّم کا حکم سن ۵ ہجری میں نازل ہوا دیکھیے:

وبه قال: (حدّثنا إسماعيل) بن أبي أويس (قال: حدّثني) بالإفراد (مالك) الإمام (عن عبد الرحمن بن القاسم) بن محمد بن أبي بكر الصديق (عن عائشة رضي الله عنها زوج النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-) أنها (قالت:

---

❶ (میزان عمر عائشہ ص: ۴۰)

خرجنا مع رسول الله)ولأبی ذر عن النبی صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فی بعض أسفاره) هو غزوة بنی المصطلق وكانت سنة ست أو خمس(حتى إذا كنا بالبيداء) بفتح الموحدة والمد (أو بذات الجیش)بفتح الجیم وبعد الیاء الساكنة شین معجمة موضعین بین مكة والمدینة والشک من عائشة (انقطع عقد لی)بكسر العین وسكون القاف أی قلادة وإضافته دها باعتبار استیلائها لمنفعته وإلا فهو لأسماء استعارته منها (فأقام رسول الله -صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم علی التماسه وأقام الناس معه ولیسوا علی ماء ولیس معهم ماء فأتی الناس إلی أبی بكر الصدیق)رضی الله عنه وسقط لفظ الصدیق لأبی ذر (فقالوا) له: (ألا تری ما صنعت عائشة أقامت برسول الله صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وبالناس)بحرف الجر (ولیسوا علی ماء ولیس معهم ماء فجاء أبو بكر ورسول الله صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ واضع رأسه علی فخذی) بالذال❶

لیکن اس کی ایک آیت یعنی[(الیَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِینَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِی وَرَضِیتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِینًا)]دس ہجری میں عرفات میں نازل ہوئی۔دیکھیے :

عَنْ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ،أَنَّ رَجُلًا،مِنَ الیَهُودِ قَالَ لَهُ: یَا أَمِیرَ المُؤْمِنِینَ آیَةٌ فِی كِتَابِكُمْ تَقْرَءُونَهَا،لَوْ عَلَیْنَا مَعْشَرَ الیَهُودِ نَزَلَتْ،اتَّخَذْنَا ذَلِکَ الیَوْمَ عِیدًا قَالَ: أَیُّ آیَةٍ؟ قَالَ:(الیَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِینَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِی وَرَضِیتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِینًا)قَالَ عُمَرُ:قَدْ عَرَفْنَا ذَلِکَ الیَوْمَ، وَالمَكَانَ الَّذِی نَزَلَتْ فِیهِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ یَوْمَ جُمُعَةٍ]❷

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے ان سے کہا کہ اے

---

❶ارشاد الساری للقسطلانی (متوفی ۹۲۳)ج۷ص:۱۰۱ ناشر المطبعة الكبری الامیریة–مصر ❷صحیح البخاری لمحمد بن اسماعیل البخاری ج۱ ص:۱۸ ناشر دار طوق النجاة

امیر المومنین تمہاری کتاب (قرآن) میں ایک ایسی آیت ہے کہ اگر ہم پر یعنی یہودیوں پر وہ آیت نازل ہوتی تو ہم اس دن کو (جس دن وہ نازل ہوتی) عید منا لیتے، امیر المومنین نے پوچھا کہ وہ کون سی آیت ہے؟ یہودی بولا (اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا الخ. حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر کہنے لگے کہ بیشک ہم نے اس دن کو اور اس مقام کو یاد کر لیا ہے، جس میں یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی آپ اس دن عرفہ میں مقیم تھے اور جمعہ کا دن تھا۔

تو یہاں بھی ممکن ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کی بیان کردہ آیت کریمہ سن تیرہ نبوت میں نازل ہوئی جس وقت سیدہ عائشہ کی عمر ۷ سال تھی لہٰذا سات سال کی بچی کو ایک آیت کا یاد ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہیں۔

جہاں تک تعلق ہے اس بات کا کہ اگر حضرت عائشہ اس آیت کے نازل ہونے کے وقت شیر خوار بچی ہوتی تو اپنے لیے صبیہ کا لفظ استعمال کرتی تو ہم نے کب کہا ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت شیر خوار بچی تھیں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اس وقت ۶ یا سات سال کی بچی تھی۔

شبہ نمبر ۹ - اور اس کا جواب

صاحب میزان لکھتا ہے:

سیدہ عائشہ سے روایت ہے میں نے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بڑھ کر کسی عورت سے غیرت (رشک) محسوس نہیں کی حالانکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے نکاح سے تین سال قبل وفات پا چکی تھی (حدیث نمبر ۹۴۳) کتاب الادب ج ۳ صحیح البخاری) سیدہ خدیجہ کی وفات عام الحزن سنہ ۱۰ نبوت میں ہوئی سیدہ عائشہ کی اس حدیث کے مطابق ان کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین سال بعد سنہ ۱۳ نبوت میں ہوا یہ دو متضاد روایات صحیح بخاری کی ہی ہیں جن میں سے کوئی ایک ہی درست ہو سکتی ہے۔ [1]

---

[1] (میزان عمر عائشہ ص: ۴۰)

جواب: قارئین کرام صاحب میزان اپنی اس عبارت میں جو تضاد بتا رہے ہیں یقیناً وہ سمجھ سے باہر ہے البتہ شاید وہ یوں کہنا چاہتے ہیں کہ ایک طرف سے تو سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ میں حضرت خدیجہ پر غیرت کھاتی تھی (جس سے یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ ان کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت خدیجہ کی زندگی میں ہوا ہے) اور دوسرے طرف کہتی ہیں کہ میرا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی وفات کے تین سال بعد ہوا تو یہ تضاد ہے۔ ہماری طرف سے صاحب میزان کو جواب یہ ہے کہ یہاں غیرت سے مراد حضرت خدیجہ کی زندگی میں نہیں بلکہ ان کی وفات کے بعد ہے جیسے کہ روایت میں وضاحت موجود ہے کہ میں خدیجہ پر اس لیے غیرت کھاتی تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا کثرت سے ذکر کرتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیں:

عَـنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ :مَـا غِرْتُ عَلَى امْرَأَةٍ مَا غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ مِنْ كَثْرَةِ ذِكْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاهَا[1]

لہٰذا دونوں باتوں یعنی غیرت کھانے اور تین سال بعد نکاح ہونے میں کوئی تضاد نہیں۔ لیکن بالفرض اگر روایت میں تضاد بھی ہو تو بھی صاحب میزان کا الو سیدھا نہیں ہوگا کیونکہ اس روایت میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت کی عمر کا کوئی تذکرہ نہیں۔

یا شاید یوں کہنا چاہتا ہے کہ سیدہ عائشہ کا نکاح جب سیدہ خدیجہ کی وفات کے تین سال بعد یعنی سن ۱۳ نبوت میں ہوا اور اس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۶ سال تھی تو یکم ہجری میں ان کی عمر سات سال اور سن ۲ ہجری میں ان کی عمر ۸ سال طے قرار پاتی ہے یعنی اس سے تو معلوم ہوا کہ سیدہ عائشہ کی عمر رخصتی کے وقت ۸ سال تھی جبکہ بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ رخصتی کے وقت ان کی عمر ۹ سال تھی یوں بخاری کی روایت میں تضاد آگیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کہ سیدہ خدیجہ کا انتقال گو ۱۰ نبوی میں ہوا لیکن دس نبوی کے درمیان یعنی ۱۰ رمضان سن ۱۰ نبوت میں ہوا ہے۔ ثبوت حاضر ہے:

[1] صحیح البخاری لمحمد بن اسماعیل البخاری ج ۱ ص:۱۸ ناشر دار طوق النجاة

وَتُوُفِّيَتْ خَدِيجَةُ لِعَشْرٍ خَلَوْنَ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فِي السَّنَةِ الْعَاشِرَةِ مِنَ النُّبُوَّةِ قَبْلَ الْهِجْرَةِ بِثَلَاثِ سِنِينَ ❶

حضرت خدیجہ کا انتقال ۱۰ رمضان سن ۱۰ نبوت میں ہجرت سے تین سال پہلے ہوا۔

اب سیدہ عائشہ کی تین سال سے مراد ۱۰-۱۱-اور ۱۲ ہے یعنی بارہ ہجری کی آخر میں نکاح ہوا، اس وقت سیدہ عائشہ کی عمر ۶ سال تھی سن ۱۳ نبوت ان کی عمر ۷ سال، یکم ہجری میں ان کی عمر ۸ سال اور ۲ ہجری میں ان کی عمر ۹ سال ہوگئی لہٰذا بخاری کی روایات میں کوئی تعارض نہیں۔

شبہ نمبر ۱۰- اور اس کا جواب

صاحب میزان لکھتا ہے:

میں نے جب سے ہوش سنبھالا اپنے والدین کو اسلام پر پایا:

لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ إِلَّا وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّينَ، وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ إِلَّا يَأْتِينَا فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، طَرَفَيِ النَّهَارِ: بُكْرَةً وَعَشِيَّةً. (صحيح بخاری طبع مکتبہ رحمانیہ لاہور کتاب المناقب جلد دوم ص: ۵۲۶ روایت نمبر ۱۰۸۷)

سیدہ عائشہ سے مروی ہے کہ جب سے مجھے اپنے والدین کی شناخت کا شعور ہوا تو میں نے اپنے والدین کو اسلام پر پایا اور دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ صبح و شام ہمارے گھر تشریف لاتے تھے۔

اس سے چار نکات ثابت ہوتے ہیں:

۱- چونکہ حضرت ابوبکر سنہ ایک نبوت میں ہی اسلام قبول کر چکے تھے لہٰذا سیدہ عائشہ سنہ ایک نبوت میں سن شعور کو پہنچ چکی تھیں۔

۲- سیدہ عائشہ نبوت سے چار پانچ سال قبل پیدا ہو چکی تھیں انہوں نے اپنے والدین کو شروع ہی سے اسلام پر کاربند پایا۔ واضح رہے کہ سیدہ عائشہ خود بھی اولین اسلام لانے

---

❶ الطبقات الکبری لمحمد بن سعد (متوفی ۲۳۰) ج۸ ص: ۱۷۴ ناشر دار الکتب العلمیة

والوں میں شامل تھیں۔

۳-انہیں اتنی سمجھ بوجھ تھی کہ اپنے والدین کے دین (اسلام) اور کفار مکہ کی مشرکانہ رسوم ورواج میں امتیاز کر سکیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتی تھیں اوران کی آمدورفت کے معمول سے واقف تھیں۔

اس حدیث کی روشنی میں پانچ سال بعد نبوت میں سیدہ عائشہ کی پیدائش کی روایت کی مکمل تردید ہو جاتی ہے۔ ❶

جواب: اس روایت سے تو یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ سیدہ عائشہ نبوت کے سن ۵ یا ۶ سال بعد پیدا ہوئی ہے کیونکہ وہ فرمارہی ہیں کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا تو اپنے والدین کو مسلمان پایا یہ صورت اسی وقت ہو سکتی ہے کہ حضرت عائشہ پیدائشی مسلمان ہو لہٰذا صاحب میزان کا اس روایت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ (سیدہ عائشہ نبوت سے چار پانچ سال قبل پیدا ہو چکی تھیں انہوں نے اپنے والدین کو شروع ہی سے اسلام پر کاربند پایا۔ واضح رہے کہ سیدہ عائشہ خود بھی اولین اسلام لانے والوں میں شامل تھیں) غلط در غلط ہے کیونکہ اگر سیدہ عائشہ نبوت سے پانچ سال پہلے پیدا ہو چکی ہوتیں تو ہوش سنبھالتے ہوئے اپنے والدین کو کفر پر پاتی لیکن جب فرمایا کہ میں ان کو ہوش سنبھالتے ہی مسلمان پایا تو اس سے معلوم ہوا کہ سیدہ عائشہ اپنے والدین کے اسلام کے بعد پیدا ہوئیں لہٰذا یہ کہنا کہ (اس حدیث کی روشنی میں پانچ سال بعد نبوت میں سیدہ عائشہ کی پیدائش کی روایت کی مکمل تردید ہو جاتی ہے) محض اپنا دل بہلانے والی بات ہے۔ جس کی حقیقت کچھ بھی نہیں۔

شبہ نمبر ۱۱- اور اس کا جواب

لاہور کا ایک خطیب اپنے وعظ میں یہ مسئلہ بیان کرتے ہوئے کہتا ہے: صحیح بخاری میں ابتدائے وحی کی روایت سیدہ عائشہ صدیقہ سے مروی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی

❶ (میزان عمر عائشہ ص: ۳۹)

اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملتے وقت سیدہ عائشہ کی اتنی عمر تو ہے کہ وہ بات کو یاد رکھنے کی صلاحیت رکھتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کے پانچ سال بعد ولادت کی بات کرنا غلط ہے۔

جواب: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ابتدائے وحی کی روایت کو نقل کرنا اس کی وحی کے نزول کے وقت پیدائش کو مستلزم نہیں کیونکہ بہت سارے صحابہ کرام اگر چہ کسی واقعہ میں خود موجود نہیں ہوتے تھے لیکن پھر بھی وہ حضرات اپنی پیدائش سے پہلے والے واقعہ کو نقل کرتے ہیں تو محدثین اس جیسی روایات کو مرسل الصحابی کہتے ہیں جیسے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کرتے ہیں کہ جب کعبہ اللہ کی تعمیر ہورہی تھی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عباس بن عبدالمطلب پتھر اٹھارہے تھے اس موقع پر حضرت عباس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ اپنی چادر اتار کر اپنے کاندھے پر رکھیں۔ دیکھیے:

أَخْبَرَنِی عَمْرُو بْنُ دِینَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: لَمَّا بُنِیَتِ الكَعْبَةُ ذَهَبَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَبَّاسٌ یَنْقُلاَنِ الحِجَارَةَ، فَقَالَ العَبَّاسُ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اجْعَلْ إِزَارَكَ عَلَى رَقَبَتِكَ، فَخَرَّ إِلَى الأَرْضِ، وَطَمَحَتْ عَیْنَاهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ: أَرِنِی إِزَارِی فَشَدَّهُ عَلَیْهِ[1]

یہ کعبۃ اللہ کے تعمیر کا واقعہ اس وقت کا ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۳۵ سال تھی جبکہ جابر بن عبداللہ کی ولادت اس واقعہ کے دوسال بعد ہوئی اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر کے موقع پر جابر بن عبداللہ کی عمر اٹھارہ سال تھی دیکھیے:

فَعَلَى هَذَا، كَانَ عُمُرُهُ یَوْمَ بَدْرٍ ثَمَانِیَ عَشْرَةَ سَنَةً[2]

---

[1] صحیح البخاری لمحمد بن اسماعیل البخاری ج ۱ ص: ۸۱ ناشر دار طوق النجاۃ

[2] سیر اعلام النبلاء لمحمد بن احمد بن عثمان الذهبی (متوفی ۷۴۸) ج ۳ ص: ۱۸۹ ناشر مؤسسۃ الرسالۃ

خلاصة یہ نکلا کہ جابر بن عبداللہ نے یہ ایسا واقعہ نقل کیا ہے جو ان کی پیدائش سے پہلے کا ہے اس لیے اس روایت کو حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے مرسل الصحابی بتایا ہے چنانچہ حضرت لکھتے ہیں:

لَمَّا بُنِيَتِ الْكَعْبَةُ هَذَا مِنْ مُرْسَلِ الصَّحَابِيِّ لِأَنَّ جَابِرًا لَمْ يُدْرِكْ هَذِهِ الْقِصَّةَ فَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ سَمِعَهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ مِمَّنْ حَضَرَهَا مِنَ الصَّحَابَةِ [1]

یہ بناء کعبہ والی روایت مرسل الصحابی کے قبیل میں سے ہے اس لیے کہ جابر بن عبداللہ نے اس قصہ کو نہیں پایا پس احتمال ہے کہ یہ قصہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو یا ان صحابہ سے سنا ہو جو اس واقعہ میں موجود تھے۔

اسی طرح حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت کے متعلق بھی لکھتے ہیں کہ یہ روایت مرسل الصحابی کے قبیل میں سے ہے۔ چنانچہ حضرت لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ أَوَّلُ مَا بُدِءَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ قَالَ النَّوَوِيُّ هَذَا مِنْ مَرَاسِيلِ الصَّحَابَةِ لِأَنَّ عَائِشَةَ لَمْ تُدْرِكْ هَذِهِ الْقِصَّةَ فَتَكُونُ سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ مِنْ صَحَابِيٍّ [2]

یہ بات کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ وسلم کو سچے خوابوں کے ساتھ ابتدا کی گئی امام نووی کہتے ہیں کہ یہ روایت مرسل الصحابہ کے قبیل میں سے ہے اس لیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس قصہ کو نہیں پایا پس یہ حضرت

[1] فتح الباری لابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲) ج۳ ص: ۱۴۴ ناشر دار المعرفة بیروت

[2] فتح الباری لابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲) ج۸ ص: ۷۱۶ ناشر دار المعرفة بیروت

عائشہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا یا کسی اور صحابی سے۔

اس پوری بحث سے معلوم ہوگیا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت کو نقل کرنے سے یہ لازم نہیں آیا کہ سیدہ عائشہ اس وقت پیدا ہوچکی تھیں ہرگز نہیں بلکہ ان کی پیدائش نبوت کے پانچویں یا چھٹے سال ہوئی۔

شبہ نمبر۱۲- اور اس کا جواب

لاہور کا وہی خطیب اپنے وعظ میں کہتا ہے: سیدہ عائشہ کے نکاح کو ۶ سال کی عمر میں اور رخصتی کو ۹ سال کی عمر میں ماننا یہ کفار کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کے لیے ایک قسم کا راستہ کھولنا ہے اس لیے اس واقعہ کا انکار کیا جائے؟

جواب: اولاً تو خود آپ کا محترم یعنی صاحب میزان لکھتا ہے:

اہل مغرب کے اعتراضات رفع کرنے کی خاطر اپنی دینی روایات کو ترک کردینا کسی مسلمان کے لیے روا نہیں۔ ❶

ثانیا: اگر آپ ۹ سال کی عمر کی روایت کا انکار کروگے تو کل وہ ۹ شادیوں کا اعتراض اٹھائیں گے تو کیا آپ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ۹ شادیوں کا بھی انکار کروگے؟

ثالثا: کفار اسلامی حدود خصوصا رجم کی وجہ سے دین اسلام پر طعن کرتے ہیں تو کیا آپ رجم کا بھی انکار کروگے؟

مؤمن کی شان اللہ پاک نے قرآن میں یہ بتلائی ہے کہ میرے محبوب بندے ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے لہٰذا کفار کے منہ بند کرنے کے لیے ۹ سال والی روایت کا انکا کرنا کارگر نہیں ہوگا۔ اس لیے بلاضرورت اس روایت کا انکار کرکے صحیحین کی عظمت کو گھٹانا اور منکرین حدیث کے لیے انکار حدیث کا دروازہ کھولنا کوئی عقلمندی کی بات نہیں ہے۔

---

❶ (میزان عمر عائشہ ص:۲۱)

شبہ نمبر ۱۳-اوراس کا جواب

صاحب میزان لکھتا ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے لے کر ۲۳۰ ہجری تک اس موضوع پر جو کتابیں تحریر ہوئیں مثلاً ''مسند امام ابی حنیفة، سیرة ابن اسحاق، جامع معمر، موطأ امام مالك، موطأ امام محمد، کتاب الآثار للامامین، مسند ابی داؤد طیالسی، طبقات ابن سعد، سیرة نبویه لابن هشام ''وغیرہ یہ تمام کتب اس نادر الوجود روایت سے خالی ہیں حالانکہ یہ روایت اگر اس وقت موجود ہوتی تو محدثین سیرت نگار اور تاریخ دان اس کی جانب ضرور متوجہ ہوتے۔ ❶

جواب: قارئین کرام یہ روایت سیرت ابن اسحاق میں اس طرح موجود ہے:

نا یونس عن هشام بن عروة عن أبيه قال تزوج رسول الله صلى الله عليه وسلم عائشة بعد موت خديجة بثلاث سنين، وعائشة يومئذ ابنة ست سنين، وبنى بها رسول الله صلى الله عليه وسلم وهى ابنة تسع سنين❷

اور یہ روایت طبقات ابن سعد میں اس طرح موجود ہے:

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عن أبيه عن عائشة قالت: تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -وَأَنَا بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ وَدَخَلَ عَلَيَّ وَأَنَا بنت تسع سنين❸.

اور یہ روایت سیرت ابن ہشام میں اس طرح ہے:

وَتَزَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِشَةَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ بِمَكَّةَ، وَهِيَ بِنْتُ سَبْعِ سِنِينَ، وَبَنَى بِهَا بِالْمَدِينَةِ، وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ أَوْ عَشْرٍ❹

---

❶(میزان عمر عائشہ ص:۷۹)❷سیرت ابن اسحاق لمحمد بن اسحاق (متوفی ۱۵۱) ص:۲۵۵ ناشر دار الفکر بیروت❸الطبقات الکبری لمحمد بن سعد (متوفی ۲۳۰) ج۸ ص:۴۷ ناشر دار الکتب العلمية بيروت ❹سیرت ابن هشام (متوفی ۲۳۱) ج۲ ص:۶۴۴ ناشر شرکت مکتبه ومطبعه مصطفی البابی

قارئین کرام اتنی کتابوں میں یہ روایت ہونے کے باوجود صاحب میزان کا کہنا کہ یہ کتابیں اس روایت سے خالی ہیں یہ کتنی مضحکہ خیز بات ہے۔اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ کیا صاحب میزان محقق ہے؟اب تو اسے چاہیے کہ اپنی اس ناقص تحقیق سے رجوع کرے ۔چھوٹا منہ رکھ کر اتنی بڑی باتیں کرنا نامناسب ہیں۔

شبہ نمبر۱۴-اوراس کا جواب

صاحب میزان لکھتا ہے:

صحیح بخاری میں عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے سیدہ عائشہ سے روایت بیان کی ہے کہ مدینہ پہنچنے کے بعد ہم کچھ دن ابوبکر صدیق کے گھر رہے پھر ابوبکر صدیق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا آخر آپ کو کس بات کی رکاوٹ ہے کہ آپ اپنی بیوی (سیدہ عائشہ) رخصت نہیں کراتے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا مہر کی رکاوٹ ہے۔تو ابوبکر صدیق نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہ اوقیہ اور کچھ نش پیش کیے (یعنی پانچ سو درہم اور کچھ اوپر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی بطور مہر ہمارے پاس روانہ کردیے تو میری رخصتی اس گھر میں ہوئی جس میں میں اب ہوں۔اور یہی وہ گھر ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔

ملاحظہ کیجیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ ابوبکر صدیق آخر جلدی کیا ہے عائشہ تو ابھی بچی ہے بلکہ یہ عذر پیش کیا کہ مالی تنگ دستی کی بنا پر مہر کی رقم دستیاب نہیں گو حضور کو حتمی طور پر علم تھا سیدہ عائشہ بالغہ ہیں۔ [1]

جواب: صحیح بخاری میں یہ روایت سر توڑ کوشش کے باوجود نہیں ملی اس سے پتہ چل گیا کہ صاحب میزان اپنی بات آگے کرنے کے لیے اپنی طرف سے روایات بناتا بھی ہے۔ لہٰذا اس کی اپنی طرف سے بنائی ہوئی روایات ان ہی کو مبارک ہوں۔

[1] (میزان عمر عائشہ ص:۴۱)

شبہ نمبر ۱۵- اوراس کا جواب

صاحب میزان لکھتا ہے:

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ سالہ بچی کو اپنے سے بڑے اسامہ بن زید کا منہ دھلانے اوران سے شفقت کا برتاؤ کرنے کو کہا؟ یہ واقعہ مکہ کا اور غالبا سن ۱۰ انبوت سے قبل کا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے تو اسامہ بھی ان کے ہمراہ ہولیے۔ ابن سعد اور ابن ماجہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت بیان کی ہے کہ اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ دروازے کی چوکھٹ سے پھسل گئے ان کے چہرے پر زخم آ گیا اور ناک بہنے لگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اسامہ کا چہرہ صاف کردو مجھے گھن آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اٹھ کر اسامہ کی ناک صاف کی۔ ترمذی کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ تو اسامہ سے محبت رکھ کیونکہ میں بھی اسامہ سے محبت رکھتا ہوں (ترمذی ج ۲ ص: ۲۴۶)...... اس وقت اسامہ بن زید کی عمر جو سن ۳ نبوت میں پیدا ہوئے تھے ۶۔ ۷ سال تھی ہشام بن عروہ کی روایت کے مطابق عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح سن ۱۰ انبوت میں بعمر ۶ سال ہوا تھا اگر سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سن ۱۰ نبوت میں ۶ سال کی تھیں تو ان کا سال پیدائش ۴ نبوت ہونا چاہیے تاہم ابن عروہ کے مقلدین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش سن پانچ نبوت میں بیان کرتے ہیں اس حساب سے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایک دو سال چھوٹی تھیں کیا عقل وفہم یہ بات تسلیم کرتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹی سی بچی کو اپنے سے قدرے بڑی عمر کے لڑکے کا منہ دھلوانے اور اس سے شفقت کا برتاؤ رکھنے کے لیے کہا ہوگا صاف ظاہر ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اسامہ رضی اللہ عنہ سے ۶۔ ۷ سال بڑی تھیں سن ۱۰ نبوت میں ان کی کم از کم عمر ۱۴-۱۵ سال اور ۵ سال بعد رخصتی کے وقت ۱۹-۲۰ سال ہوگی۔ [1]

---

[1] (میزان عمر عائشہ ص: ۴۲)

جواب: اولاً: صاحب میزان نے جو روایت ابن ماجہ اور طبقات ابن سعد سے پیش کی ہے، ابن ماجہ کی روایت جس میں چہرے کے زخمی ہونے کا ذکر ہے ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ :عَثَرَ أُسَامَةُ بِعَتَبَةِ الْبَابِ،فَشُجَّ فِي وَجْهِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمِيطِي عَنْهُ الْأَذَى ، فَتَقَذَّرْتُهُ، فَجَعَلَ يَمُصُّ عَنْهُ الدَّمَ وَيَمُجُّهُ عَنْ وَجْهِهِ❶

اور طبقات ابن سعد کی روایت جس میں پیشانی کے زخمی ہونے کا ذکر ہے ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ عَثَرَ أُسَامَةُ عَلَى عَتَبَةِ الْبَابِ أَوْ أُسْكُفَّةِ الْبَابِ فَشَجَ جَبْهَتَهُ فَقَالَ:يَا عَائِشَةُ أَمِيطِي عَنْهُ الدَّمَ فَتَقَذَّرْتُهُ.قَالَتْ فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -يَمُصُّ شَجَّتَهُ وَيَمُجُّهُ❷

ان دونوں سندوں میں عبداللہ البہیؒ راوی ہے اور وہ مضطرب الحدیث ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

ونَفْسُ البَهِيِّ لا يُحتَجُّ بحديثِه، وَهُوَ مُضطَرِبُ الْحَدِيثِ❸

ثانیاً: اس کا سیدہ عائشہ سے سماع بھی مخدوش ہے ملاحظہ فرمائیں:

عبد الله البهي سئل أحمد بن حنبل هل سمع من عائشة رضي الله عنها قال ما أرى في هذا شيئا إنما يروى عن عروة وقال في حديث زائدة عن السدى عن البهي قال حدثتني عائشة كان عبد الرحمن يعني بن مهدى قد سمعه من زائدة فكان يدع فيه حدثتني عائشة وينكره ❹

عبارت کا مفہوم: امام احمد بن حنبل اور عبدالرحمٰن بن مہدی عبداللہ البہی کے حضرت

---

❶سنن ابن ماجه لمحمد بن يزيد القزويني (متوفى ٢٧٣) ج ١ ص:١٣٥ ناشر دار احياء الكتب العربيه ❷الطبقات الكبرى لمحمد بن سعد (متوفى ٢٣٠) ج٤ ص: ٤٦ ناشر دار الكتب العلميه ❸علل الحديث لابن ابى حاتم (متوفى ٣٢٧) ج٢ ص: ٤٨ ناشر مطابع الحميضى ❹جامع التحصيل فى احكام المراسيل لابى سعيد خليل بن كيكلدى (متوفى ٧٦١)ص: ٢١٨ ناشر عالم الكتب بيروت

عائشہ سے سماع کا انکار کرتے تھے۔

ثانیاً: یہ واقعہ مکہ مکرمہ کا نہیں بلکہ مدینہ منورہ کا ہے جیسا کہ ابن عساکر کی روایت میں یہ تصریح موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

عن عطاء بن یسار قال کان أسامة بن زید قد أصابه الجدری أول ما قدم المدینة وهو غلام بمخاطه یسیل علی فیه فتقذرته عائشة فدخل رسول الله(صلی الله علیه وسلم) فطفق یغسل وجهه ویقبله❶

عطاء بن یسار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب اسامہ بن زید مدینہ منورہ میں آئے تو شروع ہی میں اس کو جدری مرض لگ گیا تھا وہ بچہ تھا اور اس کا ناک اس کے منہ پر بہتا تھا جب حضرت عائشہ کو گھن آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا چہرہ دھونا اور بوسہ دینا شروع کیا۔

ثالثاً: صاحب میزان کا یہ حساب لگانا کہ (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایک دو سال چھوٹی تھیں) غلط در غلط ہے کیونکہ یقیناً حضرت علامہ ذہبی رحمہ اللہ، صاحب میزان سے حساب کتاب زیادہ جانتے ہونگے علامہ ذہبی کے حساب کے مطابق حضرت اسامہ بن زید اور سیدہ عائشہ ہم عمر تھے ملاحظہ فرمائیں:

قُلْتُ: كَانَ سِنُّهُ فِي سِنِّهَا❷.

اسامہ بن زید کی عمر سیدہ عائشہ کے عمر کے مطابق تھی۔

رابعاً: کیا اپنے ہم عمر کا ناک صاف کرنا کوئی ایسا مشکل کام ہے جو کرنا ناممکن ہے؟ کیا جڑوے بھائی بہن میں سے بہن اپنے بیمار بھائی کا ناک صاف نہیں کرسکتی؟ اس میں کیا قباحت ہے؟ اگر یہ بات صاحب میزان کے عقل میں نہیں آتی تو یہ اس کے عقل کا قصور ہے۔ نیز کیا ایک چھوٹی بچی اپنے بوڑھے باپ یا دادا کا ناک صاف نہیں کرسکتی؟ ناک صاف کرنے

❶ **تاریخ دمشق لابن عساکر (متوفی ۵۷۱)ج۸ ص:۶۸ ناشر دار الفکر**

❷ **سیر اعلام النبلاء للذهبی (متوفی ۷۴۸)ج۴ ص:۱۰۹ ناشر دار الحدیث القاهره**

کے لیے اپنے سے بڑے کا ہونا ضروری ہے؟ اگر ضروری ہے تو کیا فتوی ہوگا آپ کا اس شخص کے بارے میں جو اپنے بوڑھے باپ کا ناک صاف کرنا چاہتا ہے آیا کر سکتا ہے یا نہیں؟

اور جہاں تک تعلق ہے شفقت کی بات کا تو شفقت اپنے سے چھوٹوں پر ہوتی جبکہ اسامہ بن زید سیدہ عائشہ کے ہم عمر تھے اس لیے یہاں ترمذی کی روایت یعنی [احبی] کے لفظ سے عزت واحترام مراد ہوگی نہ کہ شفقت جیسا کہ صاحب میزان نے سمجھا ہے۔ ترمذی کی روایت یہ ہے:

عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ: أَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُنَحِّيَ مُخَاطَ أُسَامَةَ. قَالَتْ عَائِشَةُ: دَعْنِي حَتَّى أَكُونَ أَنَا الَّذِي أَفْعَلُ قَالَ: يَا عَائِشَةُ أَحِبِّيهِ فَإِنِّي أُحِبُّهُ[1].

شبہ نمبر ۱۶- اور اس کا جواب

صاحب میزان لکھتا ہے:

صحیح بخاری کی روایات کے مطابق حضرت عثمان بن مظعون کی بیوی اور مشہور صحابیہ خولہ بنت حکیم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر غمگین اور افسردہ پایا تو انہیں عقد ثانی کا مشورہ دیتے ہوئے سیدہ عائشہ (باکرہ) اور سیدہ سودہ (بیوہ) کے نام تجویز کیے۔

اور ہر صاحب شعور یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ازدواجی رفاقت کوئی بالغ خاتون ہی فراہم کر سکتی تھی۔ ماہ شوال سن ۱۰ نبوت میں حضور نے سیدہ خولہ کو دونوں جگہ پیغام دینے کے لیے کہہ دیا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ یہ دونوں خواتین بالغ ہونے کی بناء پر سیدہ خدیجہ کی وفات سے پیدا ہونے والا خلا پر کر سکتی تھیں اور ازدواجی زندگی کے جملہ تقاضے پورے کرنے کی اہل تھیں۔ سیدہ سودہ نے تو نکاح کے فوراً بعد گھریلو ذمہ داریاں سنبھال لیں لیکن حضرت ابوبکر کو جبیر بن مطعم سے سیدہ عائشہ کا رشتہ ختم کرنے میں کچھ وقت لگا...... نتیجتاً

[1] سنن الترمذی لابی عیسی الترمذی (متوفی ۲۷۹) ج۶ ص ۱۵۶ ناشر دار الغرب الاسلامی

عائشہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح سن ۱۳ نبوت تک مؤخر ہوتا گیا۔ ہجرت مدینہ کے کچھ ہی عرصہ بعد عائشہ رخصت ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آ گئیں۔ ❶

جواب: قارئین کرام یہ واقعہ صحیح بخاری میں سر توڑ کوشش کے باوجود نہیں ملا یہی تو وجہ ہے کہ صاحب میزان نے بھی صحیح بخاری کا جلد و صفحہ نہیں بتایا ہے البتہ یہ واقعہ مسند احمد میں اسی طرح قدرے تفصیل کے ساتھ موجود ہے لیکن صاحب میزان کو یہ تفصیل اس لیے پسند نہیں آئی کیونکہ اس روایت کے آخر میں بھی یہ بات صاف موجود ہے کہ سیدہ عائشہ کی رخصتی کے وقت عمر ۹ سال تھی۔ ملاحظہ فرمائیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ، وَيَحْيَى، قَالَا: لَمَّا هَلَكَتْ خَدِيجَةُ، جَاءَتْ خَوْلَةُ بِنْتُ حَكِيمٍ امْرَأَةُ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ، قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا تَزَوَّجُ؟ قَالَ: مَنْ؟ قَالَتْ: إِنْ شِئْتَ بِكْرًا، وَإِنْ شِئْتَ ثَيِّبًا؟ قَالَ: فَمَنِ الْبِكْرُ؟ قَالَتْ: ابْنَةُ أَحَبِّ خَلْقِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ إِلَيْكَ عَائِشَةُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: وَمَنِ الثَّيِّبُ؟ قَالَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ، آمَنَتْ بِكَ، وَاتَّبَعَتْكَ عَلَى مَا تَقُولُ قَالَ: فَاذْهَبِي فَاذْكُرِيهِمَا عَلَيَّ فَدَخَلَتْ بَيْتَ أَبِي بَكْرٍ، فَقَالَتْ: يَا أُمَّ رُومَانَ مَاذَا أَدْخَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْكُمْ مِنَ الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ؟ قَالَتْ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالَتْ: أَرْسَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْطُبُ عَلَيْهِ عَائِشَةَ قَالَتْ: انْتَظِرِي أَبَا بَكْرٍ حَتَّى يَأْتِيَ، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَتْ: يَا أَبَا بَكْرٍ مَاذَا أَدْخَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْكُمْ مِنَ الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ؟ قَالَ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالَتْ: أَرْسَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْطُبُ عَلَيْهِ عَائِشَةَ، قَالَ: وَهَلْ تَصْلُحُ لَهُ؟ إِنَّمَا هِيَ ابْنَةُ أَخِيهِ فَرَجَعَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لَهُ، قَالَ: ارْجِعِي إِلَيْهِ فَقُولِي لَهُ: أَنَا

❶ (میزان عمر عائشہ ۵۰)

أَخُوكَ، وَأَنْتَ أَخِي فِي الْإِسْلَامِ، وَابْنَتُكَ تَصْلُحُ لِي ،فَرَجَعْتُ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ، قَالَ انْتَظِرِي وَخَرَجَ، قَالَتْ أُمُّ رُومَانَ :إِنَّ مُطْعِمَ بْنَ عَدِيٍّ قَدْ كَانَ ذَكَرَهَا عَلَى ابْنِهِ، فَوَاللَّهِ مَا وَعَدَ وَعْدًا قَطُّ، فَأَخْلَفَهُ لِأَبِي بَكْرٍ، فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى مُطْعِمِ بْنِ عَدِيٍّ وَعِنْدَهُ امْرَأَتُهُ أُمُّ الْفَتَى، فَقَالَتْ يَا ابْنَ أَبِي قُحَافَةَ لَعَلَّكَ مُصْبِءُ صَاحِبَنَا مُدْخِلُهُ فِي دِينِكَ الَّذِي أَنْتَ عَلَيْهِ، إِنْ تَزَوَّجَ إِلَيْكَ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ لِلْمُطْعِمِ بْنِ عَدِيٍّ :أَقَوْلُ هَذِهِ تَقُولُ،قَالَ :إِنَّهَا تَقُولُ ذَلِكَ، فَخَرَجَ مِنْ عِنْدِهِ، وَقَدْ أَذْهَبَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مَا كَانَ فِي نَفْسِهِ مِنْ عِدَتِهِ الَّتِي وَعَدَهُ فَرَجَعَ، فَقَالَ لِخَوْلَةَ :ادْعِي لِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَعَتْهُ فَزَوَّجَهَا إِيَّاهُ وَعَائِشَةُ يَوْمَئِذٍ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ، ثُمَّ خَرَجَتْ فَدَخَلَتْ عَلَى سَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ، فَقَالَتْ :مَاذَا أَدْخَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْكِ مِنَ الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ؟ قَالَتْ :مَا ذَاكَ؟ قَالَتْ :أَرْسَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْطُبُكِ عَلَيْهِ، قَالَتْ وَدِدْتُ ادْخُلِي إِلَى أَبِي فَاذْكُرِي ذَاكَ لَهُ، وَكَانَ شَيْخًا كَبِيرًا،قَدْ أَدْرَكَتْهُ السِّنُّ، قَدْ تَخَلَّفَ عَنِ الْحَجِّ، فَدَخَلَتْ عَلَيْهِ، فَحَيَّتْهُ بِتَحِيَّةِ الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَالَ:مَنْ هَذِهِ؟ فَقَالَتْ :خَوْلَةُ بِنْتُ حَكِيمٍ، قَالَ:فَمَا شَأْنُكِ؟ قَالَتْ أَرْسَلَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَخْطُبُ عَلَيْهِ سَوْدَةَ، قَالَ:كُفْؤٌ كَرِيمٌ، مَاذَا تَقُولُ صَاحِبَتُكِ؟ قَالَتْ تُحِبُّ ذَاكَ، قَالَ:ادْعُهَا لِي فَدَعَتْهَا، فَقَالَ:أَيْ بُنَيَّةُ إِنَّ هَذِهِ تَزْعُمُ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَدْ أَرْسَلَ يَخْطُبُكِ، وَهُوَ كُفُؤٌ كَرِيمٌ، أَتُحِبِّينَ أَنْ أُزَوِّجَكِ بِهِ، قَالَتْ :نَعَمْ، قَالَ:ادْعِيهِ لِي، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ فَزَوَّجَهَا إِيَّاهُ، فَجَاءَهَا أَخُوهَا عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ مِنَ الْحَجِّ، فَجَعَلَ يَحْثِي عَلَى رَأْسِهِ التُّرَابَ، فَقَالَ بَعْدَ أَنْ أَسْلَمَ :لَعَمْرُكَ إِنِّي لَسَفِيهٌ يَوْمَ أَحْثِي فِي رَأْسِي التُّرَابَ أَنْ

تَزَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَنَزَلْنَا فِي بَنِي الْحَارِثِ مِنَ الْخَزْرَجِ فِي السُّنحِ، قَالَتْ: فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ بَيْتَنَا وَاجْتَمَعَ إِلَيْهِ رِجَالٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، وَنِسَاءٌ فَجَاءَتْ بِي أُمِّي وَإِنِّي لَفِي أُرْجُوحَةٍ بَيْنَ عَذْقَيْنِ تَرْجَحُ بِي، فَأَنْزَلَتْنِي مِنَ الْأُرْجُوحَةِ، وَلِي جُمَيْمَةٌ فَفَرَقَتْهَا، وَمَسَحَتْ وَجْهِي بِشَيْءٍ مِنْ مَاءٍ، ثُمَّ أَقْبَلَتْ تَقُودُنِي حَتَّى وَقَفَتْ بِي عِنْدَ الْبَابِ، وَإِنِّي لَأَنْهَجُ حَتَّى سَكَنَ مِنْ نَفْسِي، ثُمَّ دَخَلَتْ بِي فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى سَرِيرٍ فِي بَيْتِنَا، وَعِنْدَهُ رِجَالٌ وَنِسَاءٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَأَجْلَسَتْنِي فِي حِجْرِهِ، ثُمَّ قَالَتْ: هَؤُلَاءِ أَهْلُكِ فَبَارَكَ اللَّهُ لَكِ فِيهِمْ، وَبَارَكَ لَهُمْ فِيكِ فَوَثَبَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ، فَخَرَجُوا وَبَنَى بِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِنَا، مَا نُحِرَتْ عَلَيَّ جَزُورٌ، وَلَا ذُبِحَتْ عَلَيَّ شَاةٌ، حَتَّى أَرْسَلَ إِلَيْنَا سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ بِجَفْنَةٍ كَانَ يُرْسِلُ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا دَارَ إِلَى نِسَائِهِ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ[1]

ابوسلمہ رحمتہ اللہ علیہ اور یحییٰ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فوت ہوگئیں تو خولہ بنت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نکاح کیوں نہیں کر لیتے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کس سے؟ انہوں نے عرض کی اگر آپ چاہیں تو کنواری لڑکی بھی موجود ہے اور شوہر دیدہ بھی موجود ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کنواری لڑکی کون ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ اللہ کی مخلوق میں آپ کو سب سے محبوب آدمی کی بیٹی یعنی عائشہ بنت ابی بکر، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] مسند احمد للامام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱) ج۴۲ ص: ۵۰۱ ناشر مؤسسة الرسالة

پوچھا شوہر دیدہ کون ہے، انہوں نے عرض کی سودہ بنت زمعہ، جو آپ پر ایمان رکھتی ہے اور آپ کی شریعت کی پیروی کرتی ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اور دونوں کے یہاں میرا تذکرہ کردو۔ چنانچہ حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سیدنا صدیق اکبر کے گھر پہنچیں اور کہنے لگیں اے ام رومان اللہ تمہارے گھر میں کتنی بڑی خیر و برکت داخل کرنے والا ہے، ام رومان نے پوچھا وہ کیسے؟ انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اپنے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے، ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ ابوبکر کے آنے کا انتظار کرلو، تھوڑی ہی دیر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے، حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے درمیان بھی یہی سوال جواب ہوتے ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرنا جائز ہے؟ کیونکہ وہ تو ان کی بھتیجی ہے، خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا واپس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں اور ان سے اس کا تذکرہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں جا کر کہہ دو کہ میں تمہارا اور تم میرے اسلامی بھائی ہو، اس لئے تمہاری بیٹی سے میرے لئے نکاح کرنا جائز ہے، انہوں نے واپس آ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ جواب بتا دیا، انہوں نے فرمایا تھوڑی دیر انتظار کرو اور خود باہر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتایا کہ مطعم بن عدی نے اپنے بیٹے سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ مانگا تھا اور واللہ ابوبکر نے کبھی بھی وعدہ کر کے وعدہ خلافی نہیں کی تھی، لہٰذا ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے مطعم بن عدی کے پاس گئے، اس کے پاس اس کی بیوی ام الفتی بھی موجود تھی، وہ کہنے لگی، اے ابن ابی قحافہ! اگر ہم نے اپنے بیٹے کا نکاح آپ کے یہاں کر دیا تو ہوسکتا ہے کہ آپ ہمارے بیٹے کو بھی دین میں داخل کرلیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مطعم بن عدی سے پوچھا کہ کیا تم بھی یہی رائے رکھتے ہو؟ اس نے کہا کہ اس کی بات صحیح ہے، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں سے نکل آئے اور ان کے ذہن پر وعدہ

خلافی کا جو بوجھ تھا وہ اللہ نے اس طرح دور کر دیا اور انہوں نے واپس آ کر خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے یہاں بلا کر لے آؤ، خولہ جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لے آئیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا، اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر چھ سال تھی۔اس کے بعد خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہاں سے نکل کر سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئیں اور ان سے کہا کہ اللہ تمہارے گھر میں کتنی بڑی خیر و برکت داخل کرنے والا ہے، سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا وہ کیسے؟ خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس اپنی جانب سے پیغام نکاح دیکر بھیجا ہے، انہوں نے کہا بہتر ہے کہ تم میرے والد کے پاس جا کر ان سے اس بات کا ذکر کرو، سودہ کے والد بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور ان کی عمر اتنی زیادہ ہو چکی تھی کہ وہ حج نہیں کر سکتے تھے، خولہ ان کے پاس گئیں اور زمانہ جاہلیت کے طریقے کے مطابق انہیں اداب کہا، انہوں نے پوچھا کون ہے؟ بتایا کہ میں خولہ بنت حکیم ہوں، انہوں نے پوچھا کیا بات ہے خولہ نے کہا کہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ نے سودہ سے اپنا پیغام نکاح بھیجا ہے، زمعہ نے کہا کہ وہ تو بہترین جوڑ ہے، تمہاری سہیلی کی کیا رائے ہے؟ خولہ نے کہا کہ اسے یہ رشتہ پسند ہے، زمعہ نے کہا کہ اسے میرے پاس بلاؤ، خولہ نے انہیں بلایا تو زمعہ نے ان سے پوچھا پیاری بیٹی! ان کا کہنا ہے کہ محمد بن عبداللہ نے اسے تم سے اپنا پیغام نکاح دے کر بھیجا ہے اور وہ بہترین جوڑ ہے تو کیا تم چاہتی ہو کہ میں ان سے تمہارا نکاح کر دوں؟ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حامی بھر لی، زمعہ نے مجھ سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے پاس بلا کر لے آؤ، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور زمعہ نے ان سے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح کر دیا، چند دنوں کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھائی عبد بن زمعہ حج سے واپس آیا، اسے اس رشتے کا علم ہوا تو وہ اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگا، اسلام قبول کرنے

کے بعد وہ کہتے تھے تمہاری زندگی کی قسم! میں اس دن بڑی بیوقوفی کر رہا تھا جب سودہ کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہونے پر میں اپنے سر پر مٹی ڈال رہا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو ہم نے "مقام سنخ" میں بنو حارث بن خزرج کے یہاں قیام کیا، ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف لے آئے اور کچھ انصاری مرد و عورت بھی اکٹھے ہو گئے، میری والدہ مجھے لے آئیں جبکہ میں دو درختوں کے درمیان جھولا جھول رہی تھی اور میرے سر پر کسی وجہ سے بہت تھوڑے بال تھے، انہوں نے مجھے جھولے سے نیچے اتارا، مجھے پسینہ آیا ہوا تھا، اسے پونچھا اور پانی سے میرا منہ دھلایا اور مجھے لے کر چل پڑیں، حتیٰ کہ دروازے پر پہنچ کر رک گئیں، میری سانس پھول رہی تھی، جب میری سانس بحال ہوئی تو وہ مجھے گھر لے کر داخل ہو گئیں، وہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں ایک چار پائی پر بیٹھے ہوئے تھے اور انصار کے کچھ مرد و عورت بھی موجود تھے، میری والدہ نے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب بٹھا دیا اور کہنے لگیں کہ یہ آپ کے گھر والے ہیں، اللہ آپ کو ان کے لئے اور انہیں آپ کے لئے مبارک فرمائے، اس کے بعد مرد و عورت یکے بعد دیگرے وہاں سے جانے لگے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے گھر میں ہی میرے ساتھ تخلیہ فرمایا: میری اس شادی کے لئے کوئی اونٹ ذبح نہ ہوا اور نہ بکری، تا آنکہ سعد بن عبادہ نے ہمارے یہاں ایک پیالہ بھیجا جو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت بھیجتے تھے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے پاس جاتے تھے اور اس وقت میری عمر نو سال کی تھی۔

نیز صاحب میزان کا یہ کہنا کہ اللہ کے رسول کا نکاح سے مقصد ازدواجی رفاقت تھا اس لیے سیدہ عائشہ کا کبیرہ ہونا ضروری تھا پھر اس کا تو تقاضا یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ کی رخصتی مکہ مکرمہ ہی میں کروا لیتے؟ لیکن آپ کا مکہ میں رخصتی نہ کروانا یہ دلیل ہے اس بات پر کہ سیدہ عائشہ نکاح کے موقع پر کبیرہ نہیں تھیں۔

باقی یہ عذر پیش کرنا کہ (حضرت ابوبکر کو جبیر بن مطعم سے سیدہ عائشہ کا رشتہ ختم کرنے میں کچھ وقت لگا) محض اپنے طرف سے بناوٹی بات ہے کیونکہ خود اسی پیش کردہ روایت میں صاف موجود ہے (آپ دوبارہ مسند احمد کی حدیث کو پڑھ کر دیکھیں) کہ حضرت ابوبکر ایک ہی مرتبہ مطعم کے گھر گئے اور انہوں نے رشتہ کو خود ہی ختم کر دیا کیونکہ صرف بات ہوئی تھی نکاح وغیرہ نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدہ عائشہ کی رخصتی نہ لینا صرف اور صرف صغر کی وجہ سے تھا نہ کہ کسی اور معاملہ کی وجہ سے لہٰذا ایسے مغالطہ سے سیدہ عائشہ کی عمر ہماری بتائی ہوئی عمر یعنی ۹ سال سے زائد ثابت نہیں ہوسکتی۔

شبہ نمبر ۱۷- اور اس کا جواب

سیدہ عائشہ نے ۱۵ سال سے زائد عمر میں جنگ بدر اور جنگ احد میں شرکت فرمائی...... صحیح مسلم کی ایک روایت کے مطابق سیدہ عائشہ نے جنگ بدر سن ۲ ھ میں شرکت فرمائی۔ ❶

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے مطابق سیدہ عائشہ نے جنگ احد میں شرکت فرمائی...... چونکہ پندرہ سال سے کم عمر کسی فرد کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی اجازت نہیں دی تھی لہٰذا ان کی عمر یقیناً پندرہ سال سے زائد تھی۔ ❷

جواب: پندرہ سال کی شرط ان جوانوں کے لیے تھی جن کی ذمہ داری جنگ کرنے کی تھی جہاں تک تعلق ہے مجاہدین کی خدمت وغیرہ کرنے کا تو خدمت مجاہدین کے لیے بچے قبل البلوغ بھی شرکت کرتے تھے جیسے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غزوہ خیبر میں قبل البلوغ شرکت ثابت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ :أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِأَبِي طَلْحَةَ :الْتَمِسْ غُلَامًا مِنْ غِلْمَانِكُمْ يَخْدُمُنِي حَتَّى أَخْرُجَ إِلَى خَيْبَرَ فَخَرَجَ بِي أَبُو طَلْحَةَ مُرْدِفِي،وَأَنَا غُلَامٌ رَاهَقْتُ الْحُلُمَ، فَكُنْتُ أَخْدُمُ رَسُولَ

❶ (میزان عمر عائشہ ص:۵۳) ❷ (میزان عمر عائشہ ص:۵۴-۵۵)

اللّٰـهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا نَزَلَ،فَكُنْتُ أَسْمَعُهُ كَثِيرًا يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الهَمِّ وَالحَزَنِ،وَالعَجْزِ وَالكَسَلِ،وَالبُخْلِ وَالجُبْنِ، وَضَلَعِ الدَّيْنِ، وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ ثُمَّ قَدِمْنَا خَيْبَرَ فَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ الحِصْنَ ❶

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطلحہ سے فرمایا کہ کوئی لڑکا تم اپنے لڑکوں میں سے تلاش کرو، جو میرا کام کر دیا کرے، تاکہ میں خیبر جاؤں، پس مجھے ابوطلحہ اپنے ہمراہ سوار کر کے لے گئے میں قریب البلوغ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فروکش ہوتے تھے، میں اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنتا تھا، اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں، غم ورنج سے اور عاجزی اور سستی سے اور بخل سے اور نامردی سے اور قرض کے بارے میں اور لوگوں کے غلبہ سے) بعد اس کے ہم خیبر گئے تو جب اللہ نے خیبر کا قلعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فتح کر دیا.........الخ

یوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی مجاہدین کی خدمت کے لیے نکلتی تھیں لہٰذا ان کے لیے پندرہ سال عمر ہونا ضروری نہیں ہے۔ثبوت حاضر ہے:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ، انْهَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:وَلَقَدْ رَأَيْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ، وَأُمَّ سُلَيْمٍ وَإِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ، أَرَى خَدَمَ سُوقِهِمَا تَنْقُزَانِ القِرَبَ، وَقَالَ غَيْرُهُ :تَنْقُلاَنِ القِرَبَ عَلَى مُتُونِهِمَا، ثُمَّ تُفْرِغَانِهِ فِي أَفْوَاهِ القَوْمِ، ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَآنِهَا، ثُمَّ تَجِيئَانِ فَتُفْرِغَانِهَا فِي أَفْوَاهِ القَوْمِ ❷

❶ صحيح البخاری لمحمد بن اسماعيل البخاری (متوفی ۲۵۶) ج۴ ص: ۳۶ ناشر دار طوق النجاة ❷ صحيح البخاری لمحمد بن اسماعيل البخاری (متوفی ۲۵۶) ج۴ ص: ۳۳ ناشر دار طوق النجاة

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب احد کے دن لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کے ہٹ گئے تو میں نے عائشہ بنت ابی بکر اور ام سلیم کو دیکھا کہ یہ دونوں اپنے دامن اٹھائے ہوئے تھیں، میں ان کے پیروں کی جھانجھن دیکھ رہا تھا، پانی کی مشکیں اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے لاتی تھیں، پیاسے لوگوں کے منہ میں ڈال دیتی تھیں، پھر لوٹ جاتی تھیں اور ان کو بھرتی تھیں، پھر آتی تھیں اور ان کو پیاسے لوگوں کے منہ میں ڈالتی تھیں۔

فائدہ: اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ خیبر سے پہلے حالت صغر میں غزوہ احد میں بھی شرکت کی۔ کیونکہ اس روایت میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ احد کا اپنا مشاہدہ کیا ہوا واقعہ نقل کر رہے ہیں۔

نیز پندرہ سال سے مراد بلوغت ہے اور خواتین کے بلوغ کی کم از کم مدت ۹ سال ہے اور یہی کچھ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ معاملہ پیش آیا لہٰذا غزوہ بدر یا غزوہ احد میں سیدہ عائشہ کی عمر پندرہ سال ہونا ضروری نہیں۔

ایک لطیفہ:

امام شافعی رحمہ اللہ نے ۲۱ سالہ عورت کو نانی بنتے دیکھا ہے ثبوت ملاحظہ فرمائیں:

وَأَقَلُّ أَوْقَاتِ الْحَمْلِ تِسْعُ سِنِينَ وَقَدْ ذَكَرَ الشَّافِعِيُّ أَيْضًا أَنَّهُ رَأَى جَدَّةً بِنْتَ إِحْدَى وَعِشْرِينَ سَنَةً وَأَنَّهَا حَاضَتْ لِاسْتِكْمَالِ تِسْعٍ وَوَضَعَتْ بِنْتًا لِاسْتِكْمَالِ عَشْرٍ وَوَقَعَ لِبِنْتِهَا مِثْلُ ذَلِكَ [1]

امام شافعی نے فرمایا کہ میں نے ایک ۲۱ سالہ خاتون نانی دیکھی جو ۹ سال کے پورے ہونے پر بالغہ ہوئی اور دس سال کی عمر میں اس کو بچی پیدا ہوئی اور اس کی بیٹی بھی اس کی طرح ۹ سال میں بالغہ ہوئی اور دس سال کی عمر میں اس کو بھی بچی پیدا ہوئی۔

---

[1] فتح الباری لابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲) ج۵ ص:۲۷۷ ناشر دار المعرفة بیروت

ایک اشکال اور اس کا جواب:

صاحب میزان لکھتا ہے:

ہشام بن عروہ کے مقلدین یہ دلیل دیتے ہیں کہ پندرہ سال عمر کی پابندی صرف جنگجو مردوں کے لیے تھی نہ کہ زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے والی عورتوں کے لیے۔ یہ بات عقل سلیم کے خلاف ہے کہ اپنی حفاظت کے قابل مسلح مردوں پر تو عمر کی پابندی لگائی جائے لیکن عورتوں کو نہ صرف نہتا ہی میدان جنگ میں جھونک دیا جائے بلکہ بالغ عورت اور کم سن بچی کا فرق بھی ملحوظ خاطر نہ رکھا جائے۔ واضح رہے کہ اس زمانے کے دستور کے مطابق عورتوں کے لیے خطرات کہیں زیادہ تھے کیونکہ قید ہونے کی صورت میں انہیں باندیاں بنالیا جاتا تھا۔ ❶

جواب: عورتوں کے لیے بھی عمر کی پابندی ہوتی تھی۔ ہم نے کب کہا کہ تین سال کی بچی کو مجاہدین کی خدمت کے لیے میدان جہاد میں لے جانا درست ہے، بلکہ اتنی عمر یقیناً ضروری ہے کہ جس کام کے لیے ان کو لے جایا جارہا ہے وہ اس کام کو سرانجام دے سکیں۔ سیدہ عائشہ ۹-۱۰ سال کی تھیں جب ان کو میدان جہاد میں لے جایا گیا تو کیا ۹-۱۰ سال کی بچی صرف پانی پلانے کی خدمت سرانجام نہیں دے سکتی؟ اگر یہ بات آپ کے عقل میں نہیں آتی تو یہ آپ کے عقل کا قصور ہے کیونکہ آپ کی عقل عقل سلیم نہیں ہے۔

رہی بات حفاظت کی تو ظاہر ہے کہ کفار کے قابو میں آنے کے بعد ایک بڑی خاتون بھی اپنی حفاظت نہیں کرسکتی تو کیا بڑی عورتوں کا بھی میدان جہاد میں لے جانے سے انکار کیا جائے؟

شبہ نمبر ۱۸- اور اس کا جواب

صاحب میزان لکھتا ہے:

کیا دس سالہ بچی بھاری مشک بھر بھر کر لا سکتی تھی؟ صحیح بخاری کے مطابق غزوہ احد (سن ۳ ھ) میں سیدہ عائشہ اور ام سلیم مشکوں میں پانی لاکر زخمیوں کو پلا رہی تھیں (جلد دوم

❶ (میزان عمر عائشہ ص: ۵۵-۶۵)

باب الجہاد والسیر روایت۱۴۲-۱۴۳ص:۹۸)اس طرح سیدہ عائشہ کی عمر بہرحال پندرہ سال سے زائد تھی کیونکہ نہ تو اس سے کم عمر کسی شخص کو غزوہ احد میں شرکت کی اجازت ملی اور نہ ہی دس سالہ بچی بھاری مشک بھر بھر کر لاسکتی تھی۔ ❶

جواب: معلوم نہیں کہ صاحب میزان کو کہاں سے پتہ چلا کہ وہ مشکیں بھاری تھیں جبکہ بخاری کی اس روایت کو آپ بار بار پڑھ کر دیکھیں اس میں کہیں بھی بھاری مشک کا ذکر نہیں ہے۔ظاہر بات ہے وہ اتنی ہی مشکیں اٹھاتی ہونگی جوان کے بس میں ہوں گی یا تو وہ مشک چھوٹی ہوگی یا وہ کم بھرتی ہونگی اس سے کہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ کی عمر پندرہ سال سے زائد تھی؟ نیز سیدہ عائشہ جیسی بچی کو قوت اور ہمت میں موجودہ دور کی بچیوں پر قیاس کرنا خود عقل سلیم کے خلاف ہے کہاں سیدہ عائشہ کی ہمت اور قوت اور کہاں پاکستان کی بچیوں کی قوت وہمت ببیں تفاوت راہ از کجا تا کجا است۔

شبہ نمبر۱۹-اوراس کا جواب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر رسم ورواج کے خلاف ایک نابالغ لڑکی سے شادی کی ہوتی تو مشرکین اور منافقین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مضحکہ اڑانے کا بنا بنایا موقع فراہم ہوجاتا لیکن تاریخ کے مطالعے سے اس شادی پر کفار کی جانب سے کوئی اعتراض سامنے نہیں آیا کیونکہ یہ معاملہ عرب معاشرے کے مروجہ دستور کے عین مطابق تھا جہاں شادی کی اوسط عمر ۱۸ سے ۲۵ سال تھی۔

جواب: فقہاء کے ہاں خواتین کے بلوغ کی مدت کم از کم ۹ سال ہے اس لے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے عدم بلوغ کی بات نہ کی جائے یہی تو وجہ کہ کفار کی طرف سے اعتراض سامنے نہیں آیا اگر رخصتی بلوغ سے پہلے ہوتی تو اعتراض سامنے آتا لہٰذا اعتراض کا سامنے نہ آنا یہ دلیل ہے اس بات پر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شادی یعنی رخصتی عرب کے دستور کے

❶ (میزان عمر عائشہ ص:۵۵)

مطابق تھی یعنی بلوغ کے بعد تھی رہی بات کہ عرب معاشرے میں شادی کی اوسط عمر ۱۸ سال سے ۲۵ سال ہے نہ جانے صاحب میزان کو اس زمانے کے عرب کے معاشرے کا کیسے پتہ چلا کہ عرب میں ۹ سالہ بچی سے شادی کرنا جرم سمجھا جاتا تھا اگر واقعی ایسی بات تھی تو صاحب میزان کو اس پر کوئی معتمد حوالہ پیش کرنا چاہیے تھا بغیر ثبوت کے کوئی بات لکھنا قابل قبول نہیں۔

شبہ نمبر ۲۰ - اور اس کا جواب

صاحب میزان لکھتا ہے:

عمر سیدہ عائشہ کے سلسلے میں صحیح بخاری میں واضح تضاد بیانی پائی جاتی ہے ہشام بن عروہ کی روایت کے مطابق سن ۱۰ نبوت میں بعمر ۶ سال ہوا۔ بخاری ہی کی دوسری روایت کے مطابق نکاح سیدہ خدیجہ کی وفات کے تین سال بعد ۱۳ نبوت میں بعمر ۶ سال ہوا۔ کیا سیدہ عائشہ کی عمر سن ۱۰ نبوت میں بھی ۶ سال تھی اور تین سال بعد ۱۳ نبوت میں بھی ۶ سال رہی؟

جواب: صحیح بخاری کی روایت سے یہ تو معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عائشہ کا نکاح سیدہ خدیجہ کی وفات کے تین سال بعد ہوا۔ ثبوت ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ :مَا غِرْتُ عَلَى امْرَأَةٍ مَا غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ، وَلَقَدْ هَلَكَتْ قَبْلَ أَنْ يَتَزَوَّجَنِي بِثَلاَثِ سِنِينَ. [1]

حضرت عائشہ فرماتی ہیں مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے کسی زوجہ محترمہ پر اتنی غیرت نہیں آتی تھی جتنی سیدہ خدیجہ پر آتی تھی حالانکہ وہ میری شادی سے تین سال پہلے فوت ہو چکی تھیں۔

لیکن صحیح بخاری میں ہشام بن عروہ سے ایسی کوئی روایت موجود نہیں جس سے یہ معلوم ہو رہا ہو کہ سیدہ عائشہ کی سن ۱۰ نبوت میں ۶ سال عمر تھی یہی تو وجہ ہے کہ صاحب میزان نے صحیح بخاری کا کوئی جلد و صفحہ متعین نہیں کیا۔ تو جب ایسی کوئی روایت بخاری میں موجود ہی نہیں

---

[1] صحیح البخاری لمحمد بن اسماعیل (متوفی ۲۵۶) ج۸ ص: ۹ ناشر دار طوق النجاة

تو تعارض کہاں سے آیا؟

تیرا جی نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں
آنکھیں اگر بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہیں۔

شبہ نمبر ۲۱-اور اس کا جواب

صاحب میزان لکھتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی شادیوں اور اولادوں کا کافی ریکارڈ احادیث اور تاریخ کی کتابوں میں مرقوم ہے کیونکہ ان ہی میں سے بیشتر افراد مشہور صحابی، تابعین اور تبع تابعین ہوئے اگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی بھی کم سنی میں ہوئی ہوتی تو دوسرے صحابہ بھی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سنت پر عمل کرنے کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے ضرور بالضرور کم سن بچیوں سے شادی کرتے اور اپنے بچیوں کے نکاح بھی کم سنی میں کر دیتے لیکن احادیث اور تاریخ میں کسی نابالغ بچی کی شادی کا ذکر تک نہیں ملتا؟ (1)

جواب: شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں:

وَكَذَلِكَ سَائِرُ مَا ذَكَرْنَا مِنْ الْآثَارِ فَإِنَّ قُدَامَةَ بْنَ مَظْعُونٍ تَزَوَّجَ بِنْتَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَوْمَ وُلِدَتْ، وَقَالَ إنْ مِتُّ فَهِيَ خَيْرُ وَرَثَتِي وَإِنْ عِشْتُ فَهِيَ بِنْتُ الزُّبَيْرِ، وَزَوَّجَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِنْتًا لَهُ صَغِيرَةً مِنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَزَوَّجَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِنْتَ أَخِيهِ ابْنَ أُخْتِهِ وَهُمَا صَغِيرَانِ وَوَهَبَ رَجُلٌ ابْنَتَهُ الصَّغِيرَةَ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَسَنِ فَأَجَازَ ذَلِكَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَزَوَّجَتْ امْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِنْتًا لَهَا صَغِيرَةً ابْنًا لِلْمُسَيِّبِ بْنِ نُخْبَةَ فَأَجَازَ ذَلِكَ عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (2)

---

(1) (میزان عمر عائشہ ص: ۸۷) (2) المبسوط لشمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی (متوفی ۴۸۳) ج ۴ ص: ۲۱۲ ناشر دار المعرفة بیروت

اسی طرح صحابہ وتابعین کے آثار مثلاً حضرت قدامہ بن مظعون نے زبیر کی بیٹی کے ساتھ ولادت کے دن نکاح کیا تھا اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صغیرہ بیٹی کا نکاح عروہ بن زبیر کے ساتھ کیا اور عروہ بن زبیر نے اپنی صغیرہ بھتیجی کا نکاح اپنے صغیر بھانجے کے ساتھ کرایا اور ایک شخص نے اپنی صغیرہ بیٹی عبداللہ بن الحسن کو دے دی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو جائز قرار دیا اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی گھر والی نے اپنی چھوٹی بچی کا نکاح مسیّب بن نخبہ کے ساتھ کرایا تو عبداللہ بن مسعود نے اس نکاح کو جائز رکھا۔

ثابت ہوگیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین حضرات اسی طرح اپنی بچیوں کو حالت صغر میں شادی کراتے اور کرتے تھے۔لہٰذا صاحب میزان کا یہ اعتراض عدم تحقیق کا نتیجہ ہے۔

شبہ نمبر۲۲-اوراس کا جواب

صاحب میزان لکھتا ہے:

سید سلیمان ندوی بھی ہشام بن عروہ کی روایت کو درست تسلیم کرنے والوں میں شامل ہے تاہم جب تاریخی حوالوں سے بات کی جائے تو حقیقت سامنے آکر ہی رہتی ہے۔عمر عائشہ کے متعلق اپنی کتاب سیرت عائشہ میں فرماتے ہیں سیدہ عائشہ اب بیوہ تھیں اور اسی عالم میں انہوں نے عمر کے چالیس مرحلے طے کیے جب تک زندہ رہیں اسی مزار اقدس کے مجاور رہیں (سیرت عائشہ ص:۱۰۷) مزید فرماتے ہیں کہ امیر معاویہ کی خلافت کے آخری حصے میں بعمر ۶۷ سال ۵۸ھ میں وفات پائی (سیرت عائشہ ص:۱۵۰) اگر وہ ۶۷ سال سے بیوگی کے ۴۰ سال منہا کر لیتے تو وہ خود بھی اس نتیجے پر پہنچتے کہ حضور کی وفات کے وقت عمر عائشہ ۲۷ سال تھی اس میں سے مزید ۹ سال منہا کرتے تو رخصتی کے وقت سیدہ عائشہ کی درست عمر ۱۸ سال تک پہنچ جاتے اور ۹ سال والی روایت کو مسترد کر دیتے۔ [1]

---

[1] (میزان عمر عائشہ ص:۸۹)

جواب: سیدہ عائشہ کی سن ۵۸ ہجری میں وفات کے وقت عمر ٦٦ سال تھی نہ کہ ٦٧ سال۔ ثبوت ملاحظہ فرمائیں:

تُوُفِّيَتْ عَائِشَةُ لَيْلَةَ الثُّلاثَاءِ لِسَبْعَ عَشْرَةَ مَضَتْ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ سَنَةَ ثَمَانٍ وَخَمْسِينَ وَدُفِنَتْ مِنْ لَيْلَتِهَا بَعْدَ الْوِتْرِ وَهِيَ يَوْمَئِذٍ بِنْتُ سِتٍّ وَسِتِّينَ سَنَةً (1)

سیدہ عائشہ کا انتقال ۱۷ رمضان منگل کے دن سن ۵۸ ہجری میں ہوا اور اس وقت ان کی عمر ٦٦ سال تھی۔

اور بیوگی کی مدت ۴۷ سال تھی نہ کہ چالیس سال۔ وہ اس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت یعنی سن ۱۱ ہجری میں سیدہ عائشہ کی عمر ۱۸ سال تھی۔ ملاحظہ فرمائیں:

ولما توفي النَّبِيّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كان عمرها ثمان عشرة سنة (2)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو سیدہ عائشہ کی عمر اس وقت ۱۸ سال تھی۔

اب گیارہ ہجری سے سن ۵۸ ہجری تک پہنچنے کے لیے ۴۷ سال درکار ہیں کیونکہ جب گیارہ سے ۴۷ ملیں گے تو ۵۸ بنیں گے اس سے معلوم ہوا کہ بیوگی کی مدت ۴۷ سال تھی اور جب اٹھارہ کے ساتھ ۴۷ ملیں گے تو جواب ٦۵ آئے گا لیکن چونکہ ٦۵ سال پورے ہو گئے اور ٦٦ سال شروع ہو گیا اس لیے الطبقات الکبری میں سیدہ عائشہ کی عمر وفات کے وقت ٦٦ سال بتائی گئی۔

رہی بات سید سلیمان ندوی کی تو حضرت سے مجموع عمر ٦٧ سال اور بیوگی کی مدت چالیس سال لکھنے میں غلطی ہو گئی ہے۔ کیونکہ انسان خطا کا پتلا ہے اس لیے حضرت علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: [**وكل أحد يؤخذ من قوله ويترك إلا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم**] ہر کسی کی بات لی بھی جائیگی اور چھوڑی بھی جائے گی سوائے رسول اللہ

(1) **الطبقات الکبری لمحمد بن سعد (متوفی ۲۳۰) ج۸ ص: ٦۲ ناشر دار الکتب العلمیة بیروت** (2) **اسد الغابة لابن الاثیر (متوفی ٦۳۰) ج٦ ص: ۱۹۲ ناشر دار الفکر بیروت**

صلی اللہ علیہ وسلم کے۔دیکھیے:❶

شبہ نمبر۲۳-اوراس کا جواب

صاحب میزان لکھتا ہے:

صحیح بخاری میں سیدہ عائشہ سے مروی ہے کہ مہاجرین جب ہجرت کرکے مدینہ آئے تو وہاں کی آب و ہوا انہیں رأس نہ آئی اور بیشتر صحابہ بشمول ابوبکر صدیق سخت بخار میں مبتلا ہوگئے۔ام المؤمنین سیدہ عائشہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر فرداً افرداً اسب کی عیادت کی۔واپس آکرانہوں نے حضرت ابوبکر،عامر بن فہیرہ اور بلال کی کیفیت بیان کی اور جواشعار وہ حالت ہذیان میں پڑھ رہے تھے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دہرایا۔(طبقات ابن سعد ج۳ ص:٤٣ مسند امام احمد ،صحیح بخاری ج۲ ص:٤٤٨)سوال پیدا ہوتا ہے کہ گھر میں ام رومان اور اسماء کی موجودگی میں تیمارداری کی اہم ذمہ داری کیا ایک ۸-۹ سال کی بچی کے سپرد کی گئی تھی جبکہ گھر میں تجربہ کار اور فہمیدہ عورتیں موجود تھیں۔سیدہ عائشہ اس وقت یقیناً بالغہ تھیں اوران کا حافظہ بھی اتنا اچھا تھا کہ انہوں نے حالت ہذیان میں پڑھے ہوئے اشعار تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دہرادیے۔❷

جواب:صحیح بخاری کی اس روایت میں کہیں بھی ایسی بات موجود نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ کوان حضرات کی خدمت کے لیے بھیجا صرف اتنا ہے کہ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ میں ان حضرات پر داخل ہوئی۔ثبوت ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ

---

❶تذکرۃالحفاظ لمحمد بن احمد بن عثمان الذهبی (متوفی ۷۴۸)ج۳ ص: ۲۳۱ ناشر دار الكتب العلمية بيروت ❷(میزان عمر عائشہ ص:۴۲-۴۳)

لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ المَدِينَةَ، وُعِکَ أَبُو بَكْرٍ وَبِلاَلٌ، قَالَتْ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِمَا، فَقُلْتُ :يَا أَبَتِ كَيْفَ تَجِدُکَ؟ وَيَا بِلاَلُ كَيْفَ تَجِدُکَ؟ قَالَتْ: فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ إِذَا أَخَذَتْهُ الحُمَّى يَقُولُ:

كُلُّ امْرِءٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ وَالمَوْتُ أَدْنَى مِنْ شِرَاکِ نَعْلِهِ

وَكَانَ بِلاَلٌ إِذَا أَقْلَعَ عَنْهُ الحُمَّى يَرْفَعُ عَقِيرَتَهُ وَيَقُولُ:

أَلاَ لَيْتَ شِعْرِى هَلْ أَبِيتَنَّ لَيْلَةً بِوَادٍ وَحَوْلِى إِذْخِرٌ وَجَلِيلُ

وَهَلْ أَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِى شَامَةٌ وَطَفِيلُ

قَالَتْ عَائِشَةُ :فَجِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَال اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا المَدِينَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ، أَوْ أَشَدَّ وَصَحِّحْهَا وَبَارِکْ لَنَا فِي صَاعِهَا وَمُدِّهَا، وَانْقُلْ حُمَّاهَا فَاجْعَلْهَا بِالْجُحْفَةِ❶

اور مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان حضرات کی عیادت کے لیے اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔

ثبوت ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ :لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ اشْتَكَى أَصْحَابُهُ، وَاشْتَكَى أَبُو بَكْرٍ، وَعَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ، مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ، وَبِلَالٌ فَاسْتَأْذَنَتْ عَائِشَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عِيَادَتِهِمْ، فَأَذِنَ لَهَا❷

خلاصہ یہ ہوا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام رومان

❶صحیح البخاری لمحمد بن اسماعیل البخاری (متوفی ۲۵۶) ج۵ ص: ۶۶ ناشر دار طوق النجاة❷مسند احمد للامام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱) ج۴۰ ص: ۴۴۹ ناشر مؤسسة الرسالة

اور اسماء کی موجودگی میں تیمارداری کی ذمہ دار سپرد نہیں کی تھی لہٰذا یہ صاحب میزان کے اپنی فیکٹری کی بنی ہوئی باتیں ہیں۔تو جب تیمارداری سپرد نہیں کی تو اعتراض ہی باطل ہو گیا۔

رہی بات حافظے کی تو سیدہ عائشہ کا نو دس سال کی عمر میں ان اشعار کو یاد کر لینا کوئی بعید از عقل نہیں کیونکہ حافظہ بچپن میں ہی تیز ہوتا ہے نہ کہ بڑھاپے میں۔لہٰذا اعتراض بے جا ہے۔

شبہ نمبر۲۴-اور اس کا جواب

صاحب میزان لکھتا ہے:

جمہور کی رائے ہے کہ سیدہ فاطمہ کی عمر وفات کے وقت صرف اٹھارہ انیس سال تھی لیکن متعدد احادیث اور تاریخ کی روشنی میں یہ رائے درست قرار نہیں پاتی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ۱۲ ربیع الاول سن گیارہ کو ہوئی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی اسی سال رمضان سن گیارہ میں وفات پائی۔زبیر بن بکار سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ کی وفات کے موقع پر خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے استفسار پر حضرت عبداللہ بن امام حسن نے بتایا ہے سیدہ فاطمہ نے ۳۰ سال کی عمر میں وفات پائی جبکہ مشہور مؤرخ کلبی نے سیدہ فاطمہ کی عمر ۳۵ سال بیان کی (رحمۃ للعالمین جلد دوم ص:۱۱۰) چونکہ سیدہ فاطمہ اور سیدہ عائشہ تقریباً ہم عمر تھیں لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت اگر سیدہ فاطمہ کی عمر ۳۰ سال تھی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر تقریبا ۲۸-۲۹ سال قرار پاتی ہے۔اس حساب سے بھی ۹ سال قبل ۲ھ میں رخصتی کے وقت سیدہ عائشہ کی عمر ۱۹-۲۰ سال ہی کی تصدیق ہوتی ہے۔[1]

جواب: قارئین کرام معلوم نہیں صاحب میزان نے جمہور کی رائے کہاں سے معلوم کی کہ سیدہ فاطمہ کی عمر وفات کے وقت اٹھارہ انیس سال تھی یہ بات درست نہیں بلکہ سیدہ فاطمہ کی عمر وفات کے وقت ۲۶-۲۷ سال تھی جیسے کہ حضرت علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

---

[1] (میزان عمر عائشہ ص:۴۹)

قَـالَ سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ مَاتَتْ لَيْلَةَ الثُّلاثَاءِ لِثَلاثٍ خَلَوْنَ مِنْ رَمَضَانَ،وَهِيَ بِنْتُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ سَنَةً أَوْ نَحْوِهَا❶

سعید بن عفیر نے کہا کہ سیدہ فاطمہ ۳ رمضان منگل کی رات انتقال کر گئیں اس وقت ان کی عمر ۲۷ یا اس جیسی (یعنی ۲۶ سال) تھی۔

اور سیدہ عائشہ حضرت فاطمہ سے آٹھ سال چھوٹی تھیں۔ جیسے کہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَعَائِشَةُ مِمَّنْ وُلِدَ فِي الإِسْلامِ وَهِيَ أَصْغَرُ مِنْ فَاطِمَةَ بِثَمَانِي سِنِينَ❷

اور عائشہ ان بچیوں میں سے ہے جن کی ولادت اسلام میں ہوئی اور یہ سیدہ فاطمہ سے آٹھ سال چھوٹی تھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب سیدہ فاطمہ کا انتقال ہوا تو اس وقت سیدہ عائشہ کی عمر ۱۸ سال تھی نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت بھی سیدہ عائشہ کی عمر اٹھارہ سال تھی جیسے کہ میں ماقبل میں اس پر ثبوت پیش کر چکا ہوں۔ اب جب اس سے مزید نو سال نکالے جائیں گے تو سیدہ عائشہ کی عمر رخصتی کے وقت ۹ سال ٹھریگی۔

رہی بات زبیر بن بکار کی روایت کی کہ سیدہ فاطمہ کی وفات کے موقع پر خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے استفسار پر حضرت عبداللہ بن امام حسن نے بتایا ہے سیدہ فاطمہ نے ۳۰ سال کی عمر میں وفات پائی جبکہ مشہور مؤرخ کلبی نے سیدہ فاطمہ کی عمر ۳۵ سال بیان کی) تو یہ روایت ہی موضوع ہے اولاً روایت سند کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں:

وأَخْبَـرَنَـا الـزُّبَيْرُ بْنُ بَكَّارٍ، عَنْ مُحَمَّد بْن الحسن، عَنْ إِبْرَاهِيم بْن أَبِي

❶تاریخ الاسلام للذھبی (متوفی ۷۴۸)ج۲ ص: ۲۹ ناشر دار الغرب الاسلامی

❷سیر اعلام النبلاء للذھبی (متوفی ۷۴۸)ج۳ ص: ۴۲۸ ناشر دار الحدیث القاھرہ

يَـحُيَى، عَنُ صَالِحٍ مَوُلَى التوأمة، أَنَّ عَبُد اللَّهِ بُنَ حَسَنِ بُنِ حَسَنٍ دَخَلَ عَلَى هِشَامُ بُنُ عَبُد الُمَلِكِ، وَعِنُدَهُ الُكَلُبِيُّ، فَقَالَ هِشَامُ لعَبُد اللَّهِ بُنِ حَسَنٍ:يَا أَبَا مُـحَـمَّـد كَمُ بَلَغَتُ فَاطِمَةُ بِنُتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ من السِّنِّ؟ قَـالَ: بَـلَـغَـتُ ثَـلاثِيـنَ، فَقَالَ لِلُكَلُبِيِّ: مَا تَقُولُ؟ قَالَ: بَلَغَتُ خَمُسًا وَثَلاثِينَ سَنَةً❶

صالح مولی التوأمۃ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن حسن بن حسن جب ہشام بن عبد الملک پر داخل ہوئے اوراس کے پاس کلبی پہلے سے موجود تھا تو ہشام نے ان سے پوچھا کہ سیدہ فاطمہ کی عمر کتنی تھی؟ عبداللہ بن حسن بن حسن نے جواب دیا کہ ۳۰ پھر کلبی سے پوچھا آپ کیا کہتے ہو تو کلبی نے کہا ۳۵ سال عمر تھی۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی ابراہیم بن ابی یحی ہے اوروہ کذاب ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

وقـال يـحيـى بـن مـعين: سمعت القطان يقول:إبراهيم بن أبى يحيى كـذاب...... وروى أبـو طـالـب عـن أحمد بن حنبل قال: تركوا حديثه...... وروى عبـاس عن ابن معين: كـذاب رافـضى...... وقال محمد بن عثمان بن أبى شيبة :سمعت عليا يقول :إبراهيم بن أبى يحيى كذاب❷

قطان نے کہا کہ ابراہیم بن ابی یحی جھوٹا ہے، امام احمد بن حنبل نے کہا کہ محدثین نے اس کی روایت کو چھوڑ دیا اور ابن معین نے کہا کہ جھوٹا رافضی ہے نیز علی بن مدینی نے کہا کہ یہ جھوٹا ہے۔

اوراس سند میں دوسراراوی صالح بن نبہان مَوْلَی التوأمۃ ہے یہ مختلط ہے چنانچہ اس

❶التاریخ الکبیر لابن ابی خیثمه (متوفی ۲۷۹)ج۲ ص:۴۰ ناشرالفاروق الحدیثیه القاهره

❷میزان الاعتدال للذهبی (متوفی ۷۴۸)ج۱ ص:۵۷ ناشر دار المعرفة بیروت

کے متعلق سبط ابن عجمی لکھتے ہیں:

وقد ذکره فیهم أیضا أبو عمرو بن الصلاح ....وکذا صرح غیره بالاختلاط ❶

ابوعمر بن صلاح نے اس کو مختلطین میں ذکر کیا ہے اور اس کے علاوہ دیگر محدثین نے بھی اس کو مختلط کہا ہے۔

نیز صاحب میزان کا یہ کہنا کہ سیدہ عائشہ اور سیدہ فاطمہ دونوں تقریباً ہم عمر تھیں یہ اس کی اپنی تحریر کے بھی خلاف ہے چنانچہ یہ پہلے لکھ چکا ہے:

حافظ ابن حجر کی تصنیف فتح الباری میں عمر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق مرقوم ہے کہ سیدہ فاطمہ سیدہ عائشہ سے پانچ سال بڑی تھیں (الاصابۃ ج۴ ص:۳۷۷) ❷

شبہ نمبر ۲۵- اور اس کا جواب

ہمیں تاریخی حوالوں سے معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں شام پر حملے کے لیے جو لشکر ترتیب دیا تھا اس کا سپاہ سالار اسامہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا تھا۔ ولی الدین خطیب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت اسامہ کی عمر ۲۰ سال (مشکاۃ ص:۸۵۸) جبکہ حافظ ابن کثیر نے ۱۹ سال بیان کی ہے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت اسامہ کی عمر ۱۹-۲۰ سال تھی لہٰذا عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اسامہ سے ۷-۸ سال زیادہ یعنی ۲۸-۲۷ سال اور ۹ سال قبل ۲ھ میں شادی کے وقت ۱۸-۱۹ سال کی تائید ہوتی ہے۔ ❸

---

❶ الاغتباط بمن رمی من الرواۃ بالاختلاط لسبط ابن العجمی (متوفی ۸۴۱) ج ۱ ص:۱۷۷ ناشر دار الحدیث القاھرہ ❷ (میزان عمر عائشہ ص:۴۸)

❸ (میزان عمر عائشہ ص۴۹-۵۰)

جواب: صاحب میزان کا یہ کہنا کہ حضرت عائشہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے ۷-۸ سال بڑی تھیں یہ غلط بات ہے یہی تو وجہ ہے کہ صاحب میزان نے اس بات پر کوئی حوالہ ذکر نہیں کیا۔حق بات یہ ہے کہ حضرت اسامہ اور سیدہ عائشہ ہم عمر تھے۔جیسے کہ حضرت علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قُلْتُ :كَانَ سِنُّهُ فِي سِنِّهَا [1].

اسامہ کی عمر سیدہ عائشہ کی عمر کے برابر ہے۔

شبہ نمبر ۲۶-اور اس کا جواب

صاحب میزان لکھتا ہے:

سیدہ عائشہ کی عمر کا ایک اور ناقبل تردید ثبوت: ہشام بن عروہ کی روایت کے مطابق سن ۲ ہجری میں رخصتی کے وقت سیدہ عائشہ کی عمر ۹ سال تھی اس حساب سے پانچ سال قبل سن ۱۰ نبوت میں عائشہ کی عمر چار سال بنتی ہے بصورت دیگر اگر سن ۱۰ نبوت میں عائشہ کی عمر ۶ سال تھی تو پانچ سال بعد سن ۲ ھ میں رخصتی کے وقت عمر گیارہ سال ہونی چاہیے تاہم ہشام بن عروہ اور ان کے متابع راویوں کا اصرار ہے کہ شوال ۱۰ نبوت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے وقت سیدہ عائشہ کی عمر چھ سال تھی۔ [2]

جواب: پوری خرابی یہاں سے آئی جو صاحب میزان کو غلط فہمی ہوئی وہ یہ کہ صاحب میزان سمجھ رہا ہے کہ ہشام بن عروہ سن ۱۰ نبوت میں نکاح نقل کر رہا ہے حالانکہ ایسی بات نہیں ہے بلکہ ہشام تو یہ نکاح سن بارہ ہجری میں نقل کر رہے ہیں۔ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ :تُوُفِّيَتْ خَدِيجَةُ قَبْلَ مَخْرَجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

---

[1] **سیر اعلام النبلاء للذہبی (متوفی ۷۴۸)ج۴ ص: ۱۰۹ ناشر دار الحدیث القاہرہ**

[2] (میزان عمر عائشہ ص:۵۱)

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِينَةِ بِثَلاثِ سِنِينَ، فَلَبِثَ سَنَتَيْنِ أَوْ قَرِيبًا مِنْ ذَلِكَ وَنَكَحَ عَائِشَةَ وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ، ثُمَّ بَنَى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ [1]

ہشام بن عروہ اپنے والد عروہ سے نقل کرتے ہیں کہ سیدہ خدیجہ کا انتقال ہجرت سے تین سال پہلے ہوا اس کے دو سال یا دو سال کے قریب آپ نے انتظار فرمایا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ سے نکاح فرمایا جب ان کی عمر چھ سال تھی اور رخصتی فرمائی جب ان کی عمر ۹ سال تھی۔

تو جب یہ نکاح سن بارہ نبوی میں ہوا اور سیدہ عائشہ کی عمر سن بارہ نبوت میں ۶ سال تھی تو ۱۳ نبوت میں ان کی عمر ۷ سال ہوگئی، یکم ہجری میں ۸ سال ہوگئی یوں سن ۲ ہجری میں عمر ۹ سال ہوگئی۔ حساب بالکل واضح ہے لیکن صاحب میزان بصیرت سے محروم ہے۔

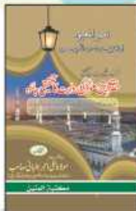
[1] صحیح البخاری لمحمد بن اسماعیل (متوفی ۲۵۶) ج۵ ص: ۵۶ ناشر دار طوق النجاۃ

مؤلف کی دیگر کتب













مکتبۃ الضیاء